قرطبہ کا قاضی

سید امتیاز علی تاج

ڈرامے

اور ایک مابلی ڈرامہ

اہتمام تاج و حجاب

دار الاشاعت پنجاب لاہور

Taj Tahir Foundation

Taj Tahir Foundation

جملہ حقوق محفوظ

قرطبہ کا قاضی

اور

دوسرے یکبابی کھیل

آزاد ترجمہ و تصرف

سید امتیاز علی تاج

Taj Tahir Foundation

T.T.F LIBRARY
No: 55

ناشر

تاج و حجاب

دارالاشاعت پنجاب۔ لاہور

Taj Tahir Foundation

(سید امتیاز علی تاج پرنٹر و پبلشر نے اردو پریس ۲۸ میکلوڈ روڈ لاہور میں چھپوا کر دارالاشاعت پنجاب لاہور سے شائع کیا)

دیباچہ

اس کتاب میں پانچ ایسے یکبابی کھیل شوقیہ کام کرنے والوں کے لیئے جمع کیئے گئے ہیں۔ جنہیں وہ سہولت سے پیش بھی کر سکتے ہیں۔ اور جن کے پیش کرنے میں اُنہیں اپنے فنی کمالات کے مظاہرے کا موقع بھی مِل سکتا ہے +

ان میں سے تین کھیل جب ریڈیو کی ضروریات کے مطابق تیار کیئے گئے۔ تو انہیں مائیکروفون پر غیر معمولی مقبولیت حاصل ہوئی۔ یہ تین کھیل "قرطبہ کا قاضی"۔ "خوشی" اور "صید وصیاد" ہیں۔ باقی دونوں کھیل پہلی بار اس مجموعے میں شائع ہو رہے ہیں +

ان پانچوں کھیلوں میں سے ایک بھی میرا طبعزاد نہیں۔ اتنی بات ضرور ہے۔ کہ ترجمے کے ساتھ مَیں نے تصرف سے بھی کام لیا ہے۔ اسی لیئے ان کھیلوں میں مغربی اجنبیت باقی نہیں رہی۔ اور یہ پاکستان کے شوقیہ کام کرنے والوں کے لیئے زیادہ موزوں بن گئے + کوشش کی گئی ہے۔ کہ شوقیہ کام کرنے والوں کو اِس مختصر مجموعے میں مناسب تنوع ملے چنانچہ ایک ٹریجڈی۔ ایک کامیڈی۔ ایک تھرلر۔ ایک فارس اور ایک رومانوی کھیل لیا گیا ہے۔ مجھے اُمید ہے کہ ان [illegible] اپنی ضرورت کے مطابق وہ ایک شو کے لیئے ایک یا ایک سے زیادہ کھیل بہ سہولت منتخب کر سکیں گے +

ان کھیلوں میں سے بوکس اور کوکس کے متعلق مجھے عرض کرنا ہے۔ کہ یہ کھیل کبھی جناب پطرس نے اور مَیں نے مِل کر گورنمنٹ کالج ڈرامیٹک کلب کے لیئے ترجمہ

Taj Tahir Foundation

کیا تھا۔ کھیل کے بعد وہ ترجمہ تلف ہو گیا۔ پندرہ بیس سال بعد میں نے از سرِ نو اس کھیل کا ترجمہ کیا۔ اس ترجمے میں کئی جملے پرانے ترجمے کے بھی آ گئے ہیں۔ جن کے لئے میں جناب پطرسؔ کا شکر گذار ہوں۔

اسی طرح "صید و صیاد" کی کہانی کبھی جناب پطرسؔ نے "مخزن" میں انگریزی سے ترجمہ کی تھی۔ میں نے اُن کی اجازت سے اُن کے ترجمے کو پہلے ریڈیو ڈراما میں استعمال کیا۔ اور اس کے بعد اسٹیج کے اس ڈراما میں۔ اس کے لئے بھی میں جناب پطرسؔ کا شکر گذار ہوں۔

شوقیہ کام کرنے والی جو جماعت بھی ان کھیلوں کو پیش کرے۔ اُسے مجھ سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں۔ لیکن اگر وہ کھیل کرنے کی اطلاع مجھے بخشیں گے۔ تو میں اُن کا شکر گذار ہوں گا۔

سیّد امتیاز علی تاجؔ

۱۰ر جون ۱۹۵۶ء

Taj Tahir Foundation

اپنے گرُو

جی۔ ڈی۔ سوندھی کے نام

جو

آنکھ سے دُور مگر میرے دِل سے بُہت قرِیب ہیں

تاؔج

Taj Tahir Foundation

Taj Tahir Foundation

فہرست

۱:-	قرطبہ کا قاضی	صفحہ	۹
۲:-	خوشی	صفحہ	۲۷
۳:-	دنداں ساز کی کرسی پہ	صفحہ	۶۵
۴:-	بوکس اور کوکس	صفحہ	۸۵
۵:-	صید و صیاد	صفحہ	۱۲۵

Taj Tahir Foundation

Taj Tahir Foundation

قرطبہ کا قاضی

ایک المیہ

از

لارنس ہاؤس مین

Taj Tahir Foundation

افراد

قاضی یحییٰ بن منصور

زبیر	قاضی کا فرزند
علادہ	زبیر کی دایہ
عبداللہ	ایک خانہ زاد

ناظر عدالت کے چار افسر

ہجوم کی آواز

Taj Tahir Foundation

قرطبہ کا قاضی

منظر

[غرناطہ میں قاضی یحییٰ بن منصور کے مکان کا ایک ایوان۔ جس کے دریچوں میں سے شہر کے چوک پر نظر پڑ سکتی ہے۔ دائیں ہاتھ کی دیوار میں ایک بڑا سا دریچہ۔ سامنے کی دیوار میں ایک چوڑا اگر نیچا دروازہ۔ جس کے پیچھے ایک تنگ اور اندھیری گلی ہے۔ گلی کے دوسری طرف ایک چھوٹا دروازہ۔ جس میں سلاخیں لگی ہیں۔ بائیں ہاتھ پتھروں کا بنا ہوا زینہ اُوپر کے کمرے کے دروازے تک پہنچتا ہے۔ اُوپر کے کمرے کی ایک کھڑکی ایوان میں کھلتی ہے۔

ایوان میں ایک بڑی میز ہے۔ جس پر ایک شمعدان رکھا ہے۔ میز کے قریب ایک بنچ اور چند کرسیاں پڑی ہیں۔ دیواروں پر اسلحہ اور جانوروں کے سر لگے ہوئے ہیں۔

صبح کے دھندلکے میں حلاوہ بنچ پر بیٹھی ہے۔ سر گھٹنوں سے لگا رکھا ہے۔ عبداللہ دروازے میں سے اندر آتا ہے۔]

عبداللہ۔ (بھاری آواز میں) شمعیں گُل کر دوں؟

حلاوہ۔ (آہ سرد کے ساتھ) کر دے۔ شمعیں صبح کو آنے سے روک نہیں سکتیں۔

(عبداللہ پھونکیں مار کر شمعدان کی تین شمعیں گُل کرتا ہے)

علاوہ۔ کیسی کالی صبح! میرے رب کیسی کالی صبح!

عبداللہ۔ کالی اندھوں کے لئے! اُن بدفالوں کیلئے جو گھٹنوں پر سر رکھے نحس کلمے مُنہ سے نکالتے ہیں۔ پر رب العالمین کے فضل و کرم سے ابھی آنکھوں والے بھی موجود ہیں۔ تیری طرح سب اندھے نہیں ہو گئے۔

علاوہ۔ (اُس کی پرواہ نہیں کرتی) یہ صبح دیکھنے کو مَیں زندہ کیوں رہ گئی! جس کے دُودھ کی دھاروں نے اُسے جان بخشی تھی۔ الٰہی تین دِن کا تھا۔ جب بیگم نے آنکھیں بند کیں۔ صرف تین دن کا۔ تب مَیں نے ـــ میرے سوا دُودھ کس کے تھا۔ اُسے دُودھ دیا۔ اور زندگی دی۔ اور میرے رب آج کا دِن تمام ہونے پر میرا لال کیا ہوگا!

عبداللہ۔ زِندہ ہوگا۔ اَور کیا ہوگا؟۔ عمر پائے گا۔ اور رب العالمین کے فضل و کرم سے تجھے اور مجھے ہم دونوں کو قبر کے شگاف میں اُتارے گا۔

(تکان کی ایک آہ کے ساتھ بیٹھ جاتا ہے)

علاوہ۔ میرے سینے پر اُس کے ہونٹوں اور جبڑوں کی لذّت ابھی تازہ ہے۔ وہ شیر کے بچّے کی طرح اُس سے دُودھ کھینچتا تھا۔ اپنے بارہ بچّوں کو دُودھ پلایا۔ لیکن سب سے زیادہ حریص وہی تھا۔ اور پھر کیسا بے باک نوجوان بن گیا۔ دیکھتی تو جی چاہتا قربان ہو جاؤں۔ اُس کے جسم میں خُون جو میرا اپنا تھا۔ اور پروردگار۔ آج سولی پر اُس کی لاش لٹکتی رہ جائے گی!

عبداللہ۔ (بے قابو ہو کر) نشتر زبان! یہ ہرگز نہ ہوگا۔

حلاوہ۔ (گھٹنے سے سر اُٹھا کر آہ بھرتی ہے) اب چارہ کیا رہ گیا؟

عبداللہ۔ سارے قرطبہ میں ایک شخص نہیں۔ جو کسی کے حکم سے بھی اُسے سُولی پر چڑھائے۔ خواہ اُس کے اپنے باپ کا فتوےٰ ہو +

حلاوہ۔ باپ قاضی ہے +

عبداللہ۔ کہا جو کہ اُس کے فتوے پر عمل نہ ہوگا +

حلاوہ۔ باہر سے لوگ بُلا لیئے جائیں گے۔ جو ُاسے ویسے نہیں جانتے۔ جس طرح ہم سب جانتے ہیں۔ اُنہیں قانون جو کہے گا۔ وہ کر ڈالیں گے +

عبداللہ۔ (چڑ کر) مَیں بَک جو رہا ہوں نہیں کریں گے + آج کے دن شہر میں صرف وہی شخص داخل ہونے پائے گا۔ جو کلام پاک کی قسم کھائے گا۔ کہ اُسے نوجوان زبیر کی سزا سے کچھ سروکار نہ ہوگا + سمجھی کوڑھ مغز؟ ہمارے آدمی تمام راستوں پر پھیل چکے۔ ایک ایک ناکے کو روک چکے۔ جس شخص نے قسم نہ کھائی۔ کہ زبیر کا خُون اُس کے دوش پر نہ ہوگا۔ وہ اندر نہ گھُسنے پائے گا + اور یہی جواب قاضی کے حکم پر خُود اُس کو دیا جائے گا + وہ قانُون کا غلام ہو۔ یا سُلطان کا۔ آج کے دن اُس کے فتوے کی تعمیل نہ ہونے پائے گی +

حلاوہ۔ لیکن احمق۔ ہونی کو کون روک سکتا ہے؟۔ میری یہی آنکھیں نہیں۔ جنہیں آنسوؤں نے بے نور کر دیا ہے + میرے اور آنکھیں ہیں۔ جو دیکھ سکتی ہیں۔ اور جو دیکھ چکی ہیں۔ سُولی اور اُس سے لٹکتی ہوئی لاش! میرا ننھا! میری جان ننھا! میرا سجیلا نوجوان! جس کا جسم میرے دُودھ نے بنایا۔ جس کے خُون اور ہڈیوں میں میرا دودھ ہے۔ مَیں اُسے مُردہ دیکھ چکی! کہتی جو ہوں۔ کہ یونہی ہوگا۔

سچ نہ ہوتا تو یہ بات میری زبان سے نکلتی ؟

عبداللہ - لیکن اُسے سُولی کی سزا ملے کیوں - اُس کا جرم کیا ہے ؟

حلاوہ - میرے بتانے کی ضرورت ہے - کہ اُس نے خُون کیا ہے ؟

عبداللہ - ہاں - مگر محبّت کی خاطر - اپنی غیرت کی خاطر - اُس کے لئے اِس کے سوا چارہ نہ تھا - کون کہتا ہے - یہ خُون ناجائز تھا ؟

حلاوہ - نہیں نہیں اُس نے جلن کے مارے خُون کیا -

عبداللہ - محبّت جلن نہیں تو پھر ہے کیا ؟

حلاوہ - مقتول نے اُسے کوئی آزار نہ پہنچایا تھا -

عبداللہ - مقتول کو اُس کی محبُوبہ سے محبّت جو تھی -

حلاوہ - خُوبصورت عورت سے کس کو محبّت نہیں ہوتی -

عبداللہ - لیکن محبُوبہ نے مقتول کو محبّت بھرا خط بھی تو لکھا تھا -

حلاوہ - محبُوبہ کو اِس کا حق تھا - وہ زبیر کی منگیتر نہ تھی - جسے چاہتی پسند کرنے کا حق رکھتی تھی -

عبداللہ - صرف اپنوں میں سے - اپنے ہم نسبوں میں سے - مقتول پرایا تھا - اور دوسرے ملک کا باشندہ تھا -

حلاوہ - زبیر کے باپ قاضی کا مہمان تھا -

عبداللہ - اور شرافت کا یہ کون سا طور تھا - کہ گھر کا مہمان گھر کے نوجوان کی محبّت میں کود پڑے ؟ اگر وہ نہ آتا - اور اپنی چکنی چپڑی باتوں سے ورغلا نہ لیتا - تو زبیر اپنی محبّت میں کامیاب نہ ہوتا ؟

Taj Tahir Foundation

حلاوہ۔ شاید۔ اللہ بہتر جانتا ہے۔ پر لڑکی نے اُس وقت تک ہاں نہ کی تھی +

عبداللہ۔ اسی بات کا تو زبیرؔ کو خدشہ تھا۔ کہ کہیں وہ اس کے رقیب کے پیغام پر ہاں نہ کر دے +

حلاوہ۔ اور اِسی خدشے نے زبیرؔ کو دیوانہ بنا دیا +

عبداللہ۔ اور یہ کیونکر معلوم ہوا۔ کہ زبیرؔ نے اپنے رقیب کا کام برابر کی لڑائی میں تمام نہیں کیا؟

حلاوہ۔ زبیرؔ نے یہ کہا نہیں۔ ایک بار بھی نہیں کہا + وہ یہ کہتا۔ تو اس کا باپ باور کر لیتا۔ پر ان باتوں سے کیا؟ ارے حجتیؔ۔ اب ان باتوں سے کیا؟ اُس نے خُون کیا ہے۔ اور خُون کی سزا میں اُسے دار پر لٹکایا جائے گا +

عبداللہ۔ (چڑھ کر) اور اُسے دار پر لٹکانے تو جائے گی؟

حلاوہ۔ (ششدر رہ کر) مَیں؟

عبداللہ۔ تُو نہ ہو۔ تو اِس بھرے شہر میں اور کوئی نہیں۔ جو اپنے ہاتھ اُس کے خُون سے آلودہ کرے + (اُٹھ کر دریچے کی طرف جاتا ہے) باہر دیکھ! اِس ہجوم کو دیکھ۔ جس نے چوک میں سُولی کو گھیر رکھا ہے + (حلاوہ اُٹھ کر کھڑکی کے پاس جاتی ہے) یہ سب کس بات کے منتظر ہیں؟

حلاوہ۔ (جیسے سب کچھ جانتی ہے) بتا تو۔ کس بات کے؟

عبداللہ۔ سمجھتی ہے۔ یہ سُولی کا تماشا دیکھنے کو کھڑے ہوئے ہیں؟ یہ اِس لئے کھڑے ہیں۔ کہ یہ ناپاک کام نہ خود کریں گے۔ اور نہ ہونے دیں گے + (ایک سیڑھی پر چڑھ کر کھڑکی کے پٹ کھول دیتا ہے) لوگو! سُنو! تم میں سے کون ہے

جو قاضی یحییٰ کے بیٹے اُس کے بیٹے کو سُولی پر لٹکا دے ؟

(ہجوم میں سے ناراضی کی مخلوط آوازیں سُنائی دیتی ہیں)

کوئی ہے تو سامنے آئے اور کہے ۔

(خاموشی طاری ہو جاتی ہے ۔عبداللہ کھڑکی کے پٹ بند کر دیتا ہے)

کیوں ۔ بولا کوئی شخص ؟ کہا کسی نے کہ وہ زبیرؔ کو سُولی پر لٹکا سکتا ہے ؟ کہا جو کہ سارے قرطبہ میں ایک شخص کا ہاتھ نہیں ۔ جو اُسے آزار پہنچانے کیلئے اُٹھ سکے ۔

(قاضی یحییٰ بن منصور اُوپر کی منزل کی کھڑکی کے سامنے سے گذرتا ہُوا رُکتا ہے ۔ ذرا دیر بے حس و حرکت یوں کھڑا رہتا ہے ۔ گویا کچھ نہیں دیکھ سکتا)

چُپ کیوں ہو گئی ؟ بول ۔ اب بول نا ؟ کون زندہ شخص ہے ۔ جو ان جان نثاروں کی آنکھوں کے سامنے قانون یا سُلطان کے حکم کی تعمیل کی جُراٴت کر سکے ؟

(قاضی کھڑکی سے دروازہ کی طرف بڑھتا ہے ۔ اور دروازہ کھولتا ہے)

حلاوہ ۔ چُپ ! دیکھ قاضی ! قاضی ! وہ سیڑھیاں اُتر رہا ہے ۔ وہ پھر بھی آ رہا ہے ۔

عبداللہ ۔ (آہستہ سے) آنے دے ۔

حلاوہ ۔ (سرگوشی میں) لاش کی طرح پیلا !

عبداللہ ۔ چُپ !

حلاوہ ۔ آنکھوں میں سے زندگی بجھی ہوئی !

عبداللہ:۔ چپ!

حلاوہ:۔ جیسے تنہائی میں موت سے کھیلتا رہا ہے۔

عبداللہ:۔ بک مت!

حلاوہ:۔ جیسے رُوح لاش کو چھوڑ کر آ رہی ہے۔

عبداللہ:۔ عورت گونگی ہو جا۔

(قاضی سیڑھیاں اُتر کر کمرے میں آجاتا ہے۔ اور کچھ دیر خاموش کھڑا رہتا ہے)

قاضی:۔ (بھاری آواز میں) موت کا ڈھنڈورا کیوں نہیں پٹ رہا؟

(حلاوہ کے مُنہ سے سسکی نکل جاتی ہے۔ عبداللہ چُپ ہے)

"مَیں نے کیا کہا جواب دو۔"

عبداللہ:۔ حضور ڈھنڈورا پیٹنے والا موجود نہیں۔ آج کے دن کوئی ڈھنڈورا پیٹنے والا نہیں۔

قاضی:۔ کہاں گئے؟

عبداللہ:۔ حضور مجھے علم نہیں۔ یہاں نہیں ہیں۔

قاضی:۔ وہ کہاں ہے۔ وہ شخص جسے مجرم کو پھانسی دینا ہے؟

عبداللہ:۔ حضور کہیں گیا ہوا ہے۔

قاضی:۔ کہیں؟ تُو نے کیا کہا "کہیں"؟

عبداللہ:۔ جی حضور۔

قاضی:۔ معنی کیا؟ "کہیں"!

Taj Tahir Foundation

عبداللہ :- چلا گیا تھا۔ اندھیرے مُنہ ہی۔ کہہ کر نہیں گیا۔ کہاں جا رہا ہے۔
یہاں نہیں ہے +

قاضی :- اُدھر باہر کون ہے . . . اَور کون ہے ؟

عبداللہ :- حضور ایسا کوئی بھی نہیں جو آپ کے فتوے کی تعمیل کر سکے۔ ویسے
میرے سوا قرطبہ کے سارے مرد گھر کے باہر کھڑے ہیں +

قاضی :- (جلدی سے جیسے یقین نہیں آتا) قرطبہ کے سارے مرد تیرے سوا؟
یہ معنی کہ تعمیل کے لیئے تُو آمادہ ہے ؟

عبداللہ :- نہیں حضور مَیں تعمیل نہیں کر سکتا۔ نہ کوئی اَور شخص جسے مَیں جانتا ہوں۔
کر سکتا ہے + اگر حضور کو اس فتوے کی تعمیل کرانی ہے۔ تو ابلیس ہی
اس کی تعمیل کر سکتا ہے۔ یا آپ خُود +

(قاضی نے پوری بات نہیں سُنی۔ لیکن جلّاوہ نے سُن لی ہے۔ اُس کے
مُنہ سے خوف کی دَبی ہوئی آواز نکل جاتی ہے)

قاضی :- کیا ؟ ...... کیا کہا تھا تُو نے ؟-

عبداللہ :- (مرعوب ہو جاتا ہے) معاف کیجئے گا حضور۔ مَیں صرف اپنے متعلق
کہہ رہا تھا + ربّ العالمین میرا مددگار رہو۔ مَیں جو بات حق سمجھتا ہوں۔ کہہ
رہا تھا +

(خاموشی۔ نہ کوئی حرکت کرتا ہے۔ نہ بولتا ہے۔ باہر کے ہجوم میں سے
ہلکے ہلکے بولنے کی مدھم آواز آ رہی ہے)

قاضی :- ناظرِ عدالت کے آدمی کہاں ہیں ؟

Taj Tahir Foundation

عبداللہ :- نچلی منزل میں حضور +

قاضی :- اُنہیں یہاں بُلا لاؤ +

(عبداللہ جاتا ہے۔ قاضی اضطرار اً دو قدم چل کر رُک جاتا ہے ۔ حلاوہ سہمی ہوئی کھڑی ہے۔ بے حد ہمّت سے کام لے کر بولتی ہے)

حلاوہ :- مَیں حضور سے کچھ پوچھ سکتی ہوں ؟

قاضی :- کیا ہے عورت ؟

حلاوہ :- میری بوڑھی زبان سے اللہ تعالےٰ کا عفوو رحم کئی بار بولا۔ لیکن ہر بار اُس نے سُننے والے کانوں کو بہرا پایا۔ پر اب کی بار میری التجا سُن لیجئے یا مجھے ہمیشہ کے لئے خاموش کر ڈالیے....... میرے حضور، یہ وہ بدنصیب بول رہی ہے۔ جس نے مجرم کی ماں کے اُٹھ جانے کے بعد اپنی اولاد کی طرح اُسے کلیجے سے لگایا+ میرے حضور خُود آپ نے اُس کو مجھے دے ڈالا تھا+ مَیں تھی۔ جس نے اُسے زندگی دی۔ اور توانائی بخشی۔ کہ وہ بڑھ کر مرد بن جائے + میرے حضور کیا آپ ہی مجھ سے وہ زندگی چھین لیں گے؟ اُسے ــ جسے تب مَیں نے زندگی بخشی تھی + اب کہ وہ جوان ہے۔ آپ کا اپنا گوشت اور خُون ہے ؟ اُسے زندہ نہیں رہنا تھا۔ تو یہ سب مَیں نے کیا کیوں تھا؟ فریاد سُننے والا باپ ہے۔ تو پروردگار! اولاد کے لئے التجا مَیں کیوں کر رہی ہوں ؟ وہ آپ کا ہے۔ میرا نہیں + آپ نے اُسے پیدا کیا اور مَیں نے نہیں + ایک اور عورت اُسے جَننے میں اس جہان سے گُزر گئی تھی +

قاضی :- بس اور کچھ نہیں۔ تجھے جو کچھ کہنا تھا۔ تو کہہ چکی۔ میں بہرا نہیں +

(علاوہ پھر بولنا چاہتی ہے)

یہاں سے چلی جا عورت! مجھے اکیلا چھوڑ دے۔ چلی جا!

علاوہ :- بہت اچھا حضور۔ بہت اچھا +

(سسکیاں، رکتی ہوئی چلی جاتی ہے۔ عبداللہ داخل ہوتا ہے۔)

عبداللہ :- حضور ناظرِ عدالت کے آدمی آگئے +

قاضی :- کیا؟ ــــ ہاں آگئے۔ یہاں بلا لاؤ +

(ایک کرسی کھینچ کر بیٹھ جاتا ہے۔ ناظرِ عدالت کے چار آدمی داخل ہوتے ہیں۔ پل بھر خاموشی +)

تم لوگ سلطان کے نمک خوار ہو۔ اور اطاعتِ سلطان کا حلف اٹھا چکے ہو +
یہی صورت میری ہے۔ آج ایک شخص کو سولی دی جانی ہے . . . سولی دینے والا موجود نہیں . . . تم میں سے کون . . . سنتے ہو میں کیا کہہ رہا ہوں اس کی جگہ تم میں سے کون لے سکتا ہے؟

(کوئی جواب نہیں ملتا)

کوئی شخص آمادہ نہ ہوا۔ تو مجھے خود کسی ایک کو حکم دینا پڑے گا . . .
ہوں! کوئی نہیں!
. . . دیکھو۔ فرض ہم سب کو پکار رہا ہے۔ قانون کی اطاعت لازمی ہے . . . میں سمجھا تم میں سے کوئی حامی نہ بھرے گا + بہت اچھا۔
قرعہ اندازی سے کام لیا جائے گا +

افسر :- نہیں حضور والا۔ معاف کیجئے گا۔ ان میں سے کوئی بھی قرعہ اندازی نہیں چاہتا۔ ایک بھی نہیں۔ مَیں سب کی طرف سے بول رہا ہوں +

قاضی :- تو مَیں تم کو حکم دیتا ہوں +

افسر :- حضور اللہ تعالےٰ مجھے توفیق بخشے۔ کہ آپ کے فرزند کو سُولی پر چڑھانے سے پہلے مَیں خُود سُولی پر چڑھ جاؤں +

قاضی :- تمہیں اس بات کا خیال نہیں کرنا۔ کہ مجرم میرا فرزند ہے + یہ سمجھنا ہے۔ کہ ایک شخص نے خُون کیا ہے۔ اور اُس کی سزا میں اُسے سُولی ملنی لازمی ہے +

افسر :- حضور جس شخص نے اُسے مجرم قرار دیا۔ اور اُس کے قتل کا فتوےٰ لکھا۔ یہ کام وہ خود کر سکتا ہے۔ تو کرے۔ ہم زبیرؔ کو قصور وار نہیں سمجھتے +

(قاضی کرُسی ہٹا کر اُٹھتا ہے۔ اور آہستہ آہستہ دریچے کے قریب جاتا ہے اور اُس کے پٹ کھول دیتا ہے۔ پٹ کھُلنے پر ہجوم کی آوازوں کی بھنبھناہٹ سُنائی دیتی ہے۔ جو قاضی کا چہرہ دیکھتے ہی بند ہو جاتی ہے)

قاضی :- (بلند آواز سے) لوگو! ایک مجرم منتظر ہے، کہ اُسے سُولی دِی جائے۔ اور سُولی دینے والا کوئی نہیں + تم میں سے کوئی ہے۔ جو یہ خدمت سرانجام دے سکے؟

(خاموشی۔ پھر استہزا کی ایسی زیرِ لب آوازیں۔ جن سے ظاہر ہے۔ کہ ہجوم کے لوگ قانون کی شکست سے مسرُور ہیں۔)

عبداللہ :- کوئی نہیں۔ ایک بھی نہیں۔ ایک بھی نہیں +

قاضی :- (کھڑکی بند کر دیتا ہے۔ اور ذرا دیر چُپ رہتا ہے۔ پھر بے اختیاری کی

Taj Tahir Foundation

کیفیت میں اُس کی آہ نکل جاتی ہے) ناظر جاؤ۔ قیدی کو باہر لے جاؤ۔
کُنجیاں یہ رہیں + (کُنجیاں نکال کر میز پر پھینک دیتا ہے)

افسر :- (کُنجیاں اٹھا کر) باہر کہاں حضور؟۔

قاضی :- سُولی کے چبوترے پر۔ اَور کہاں؟ جلد۔ وقت ضائع نہ ہو +
(سپاہی جاتے ہیں)
(آہستہ سے) عبداللہ دُعا کرو۔ کہ اللہ تعالےٰ اُس کی مغفرت کرے۔ اور اُس کی رُوح کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ بخشے +

عبداللہ :- (ہیبت زدہ ہو کر منہ ہی مُنہ میں) رَبّ العالمین! رَبّ العظیم! اِسے سُولی دینے کو کوئی مِل گیا! اسے سُولی دینے کو کوئی مِل گیا +

(عبداللہ باہر جاتا ہے۔ افسر سلاخوں والا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوتا ہے۔ باقی ساتھی باہر ٹھہرے رہتے ہیں۔ گلی اندھیری ہے۔ سلاخوں والے دروازے کے اندر اَور زیادہ اندھیرا ہے۔ اس اندھیرے میں صرف اتنا معلوم ہونے پاتا ہے۔ کہ قیدی باہر آیا + افسر اس کے پیچھے گلی میں آتا ہے قاضی اُس طرف پیٹھ کئے ساکن کھڑا ہے + قیدی سَر پھیر کر اُسے دیکھتا ہے۔ ناظر عدالت کے آدمی اُس کے آگے اور پیچھے کھڑے ہو جاتے اور گلی کے راستے باہر لے جاتے ہیں۔ رفتہ رفتہ اُن کے قدموں کی آواز غائب ہو جاتی ہے +

قاضی اب تک بُت بنا کھڑا ہے۔ کوسِ رحلت بجنا شروع ہوتا ہے۔ اُس کی آواز سُن کر قاضی میں حرکت پیدا ہوتی ہے۔ وہ مُڑتا ہے۔

اور آہستہ آہستہ باہر چلا جاتا ہے +

باہر قیدی کو دیکھ کر ہجوم سے تاسف کی آوازیں آتی ہیں۔ پھر قاضی کے نمودار ہونے پر خوف و دہشت کی چیخیں سی سُنائی دیتی ہیں۔ پھر سناٹا چھا جاتا ہے۔ کوس رحلت بجتا رہتا ہے +

(اِدھر ایوان میں حلاوہ گھبرائی ہوئی آتی اور دریچے میں سے باہر جھانکتی ہے)

حلاوہ :- لے گئے! لے گئے!

(کھڑکی کھول کر باہر دیکھنے لگتی ہے۔ باہر کے ہجوم کا شور و غل سُنائی دیتا ہے +)

وہ آیا! وہ اُسے لے آئے! میرا بچہ! میری آنکھ کا تارا! ارے دیکھو تو کیسے تن کر چل رہا ہے۔ اُس کا باہر نکلا ہوا سینہ دیکھو۔ سانس کس بے خوفی سے آجا رہا ہے + شاباش میرے لاڈلے شاباش! سر اُٹھائے رکھ۔ تجھ پر ہم سب کو ناز ہے + تجھ پر۔ میرے دُلارے تجھ پر۔ جیسے مرجاتا ہے . . . دیکھ تو۔ اُسے دیکھ تو۔ جس کے بدن میں گرم خون لہریں مارتا تھا۔ پر جس کے دل میں قاتل کے لہو کی ایک بُوند بھی نہیں . . . ہائے! پر قتل موجود ہے۔ آستینیں چڑھائے کھڑا ہے + الہٰی آج کا آفتاب یہ کیا دیکھ رہا ہے! آج کی روشنی میں یہ کیا ہو رہا ہے! رب العالمین تو خود اپنی آنکھیں بند کر لے۔ مت دیکھ! بیٹے کو باپ کے ہاتھ سُولی دینے کو ہیں + تیری دُنیا میں کبھی یوں بھی ہُوا تھا؟ . . . ارے دیکھو تو۔ ارے دیکھو تو۔ میرا بچہ ہاتھ چوم رہا ہے۔ میرا بچہ ہاتھ اپنی آنکھوں سے لگا رہا ہے۔

اُس شخص کے جو اُسے سُولی پر چڑھانے کو ہے + جلدی، اسے جلدی میرے رب! اُس کی رُوح کو جھٹ اپنے دامنِ رحمت میں لے لینا۔ اُسے تڑپانا مت! اُسے جلدی لے لے۔ اُسے جلدی لے لے ... ہا!... میرے بچّے اپنا دم دے دے۔ اُس کے لیئے اور نہ تڑپ۔ مرجا۔ میری جان۔ مرجا۔ مرجا!

(کوسِ رحلت تھم جاتا ہے۔ ہجوم میں سے گریہ و بکا کا ایک دلدوز شور اُٹھتا اور بتدریج گھٹ جاتا ہے +)

(حلاوہ گھٹنوں کے بل گر پڑی ہے۔ چہرہ اُونچا اور آنکھیں بند کیئے مُنہ ہی مُنہ میں دُعائیں مانگ رہی ہے + عبداللہ آتا اور اُسے دیکھتا۔ اور یُوں بولتا ہے۔ گویا اس سے غرض نہیں۔ کہ وہ سُنے گی بھی یا نہیں)

عبداللہ:- اب بھی دُعا مانگ سکتی ہے! ربّ العالمین اگر مَیں دُعا مانگ سکتا۔ اور میری دُعا قبول ہو سکتی۔ تو ایک موت اور ہوتی +

(اس کے آخری الفاظ حلاوہ سُن پاتی ہے۔ دُعا بند کر کے آنکھیں کھولتی اور اُس کی طرف مُڑتی ہے۔ اسی وقت گلی میں قاضی کے بھاری اور آہستہ قدموں کی آواز سُنائی دیتی ہے۔ حلاوہ کھڑی ہو جاتی ہے۔ اور بے حس و حرکت مگر متوقع انداز میں کھڑی رہتی ہے۔ عبداللہ کو بھی قدموں کی آواز سُنائی دیتی ہے۔ مُڑ کر دیکھتا ہے۔ اور ایک طرف ہٹ جاتا ہے۔)

عبداللہ:- وہ آ رہا ہے۔ عورت دیکھ قاتل آ رہا ہے۔ اور اُس کی رُوح پر کالی رات چھائی ہوئی ہے +

Taj Tahir Foundation

(قاضی داخل ہوتا ہے۔ لڑکھڑا رہا ہے۔ مگر انتہائی قوت ارادی سے کام لے کر سنبھلنا چاہتا ہے۔ گلی میں سلاخوں والے دروازے کو دیکھ کر رُک جاتا ہے۔ کھوئی ہوئی نظروں سے اُسے دیکھتا اور پھر ضعف کو سنبھالتا ہوا آگے بڑھتا ہے۔ ایوان میں آتا ہے۔ مُڑتا ہے۔ اور سیڑھیاں چڑھنے لگتا ہے۔ اُوپر کے دروازے تک پہنچتا ہے۔ اندر داخل ہوتا ہے۔ اندر سے زنجیر کھُلنے اور تالے میں کُنجی گھومنے کی آواز آتی ہے۔ ذرا سی دیر میں اُوپر کی منزل کی کھڑکی میں سے اُس کا ہاتھ نکلتا ہے۔ اور کھڑکی کو بند کر کے اندر سے مقفل کر لیتا ہے۔)

حلاوہ :- اُس نے دروازہ بند کر لیا! اُس نے اپنے آپ کو بند کر لیا! یہ دروازہ اب کبھی نہ کھُلے گا۔ ہم اب اُسے پھر کبھی نہ دیکھ سکیں گے۔ کبھی زندہ نہ دیکھ سکیں گے!

Taj Tahir Foundation

Taj Tahir Foundation

خوشی

ایک طربیہ

از

پیٹر ڈیبر

Taj Tahir Foundation

افراد

خلیل	بیمہ کمپنی کا ایک کلرک
اختر	اُس کا دوست
احمد	خلیل کا عزیز
بیوی	خلیل کی

Taj Tahir Foundation

خوشی

منظر

[مصری شاہ میں ایک قلیل تنخواہ کلرک کے مکان کا کمرہ۔ پچھلی دیوار میں ایک کھڑکی۔ ایک دروازہ دائیں ہاتھ۔ ایک بائیں ہاتھ۔ کھڑکی کے سامنے ایک تخت۔ اُس پہ چاندنی اور گاؤ تکیہ۔ دائیں ہاتھ کے دروازے کے ساتھ برتنوں کی الماری۔ بائیں ہاتھ کے دروازے کے ساتھ درازوں والی ایک میز۔ جس کے سامنے ایک کرُسی۔ درمیان میں ایک چھوٹی میز۔ ایک بازو دار اور دُوسری بغیر بازوؤں کی کرُسی +

پردہ اُٹھتا ہے۔ تو خلیل کی بیوی تخت پر بیٹھی ترکاری کاٹ رہی ہے۔ ساتھ ہی میاں سے جو اسٹیج کے باہر بائیں ہاتھ کے کمرے میں ہے۔ باتیں کر رہی ہے۔ اس کمرہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے +]

بیوی :- مَیں نے کہا۔ اب آٹھ بج چکے۔ دِن چڑھ آیا۔ دُنیا کام کاج میں لگ گئی مَیں مصالحہ پیس چکی۔ رات اور صبح کے برتن دھو چکی۔ ہنڈیا چُولہے کی فکر کرنے والی ہوں۔ آپ ہیں۔ کہ اب تک پڑے کروٹیں لئے جاتے ہیں!

خلیل :- (دُوسرے کمرے سے) میرے کروٹیں لینے سے تمہارے پیٹ میں مروڑ کیوں اُٹھنے لگا؟

Taj Tahir Foundation

بیوی :- عجب تماشہ ہے! ہفتہ بھر اتوار کا انتظار کرتے ہیں۔ کہتے رہتے ہیں۔ کہ اب کی اتوار کو یہ کروں گا۔ وہ کروں گا۔ تازہ ہوا کھانے صبح صبح باغوں کی سیر کو نکل جاؤں گا۔ اور جب اتوار کا دن آتا ہے۔ تو آدھا دن بستر پر پڑے انگڑائیوں اور جمائیوں کی نذر کر ڈالتے ہیں۔ اللہ جانے سمجھ کو کیا ہو گیا ہے!

خلیل :- (دوسرے کمرے سے) جو جی چاہے گا کروں گا۔ تم کون ہوتی ہو ٹوکنے والی؟

بیوی :- ٹوک کون رہا ہے۔ میں تو تمہارے ہی بھلے کو کہہ رہی ہوں۔ دن اچھا تھا۔ گھومنے کو چلے جاتے تو تفریح ہو جاتی۔

خلیل :- (دوسرے کمرے سے) جی ہاں چکر آ رہے ہوں۔ تو گھومنے سے اچھی تفریح بھلا کیا ہو سکتی ہے؟

بیوی :- چکر آ رہے ہوں! تو میں کیا لٹو کی طرح گھومنے کو کہہ رہی ہوں؟ ہفتہ بھر دفتر میں میز کے سامنے کرسی پر بیٹھے گذر جاتا ہے۔ اتوار کے روز زیادہ نہیں۔ گھنٹہ بھر بھی باغ میں پھر لیا کرو۔ تو طبیعت اچھی خاصی رہے۔ پر تمہیں تو اس دن چین پڑے گا۔ جب نصیب دشمناں بستر کے ہو کے رہ گئے۔

خلیل :- (دوسرے کمرے سے) جب معلوم ہے۔ کہ مجھے چین کس طرح پڑ سکتا ہے۔ تو چپکی بیٹھی ترکاری کاٹو۔ میرا دماغ کیوں چاٹ رہی ہو۔

بیوی :- بڑے اچھے لگتے ہیں۔ اور کچھ نہیں تو انسان اتنا ہی خیال کرے۔ کہ اب سے دور ایسی ویسی کچھ ہو گئی۔ تو بیوی دکھیا کا کیا ہو گا؟

خلیل :- (دوسرے کمرے سے) رانڈ ہو جائے گی اور کیا ہو گا۔

بیوی :- توبہ الٰہی! کیسی باتیں منہ سے نکالتے ہیں۔ ہفتہ بھر میں لے دے کر

اتوار کا دن تو ایک ایسا ہوتا ہے۔ کہ گھر پر رہتے ہیں۔ اس میں بھی صبح سے شام تک ایسی ہی جلی کٹی سناتے رہتے ہیں۔ میں تو اب تم سے بات کرنی چھوڑ دوں گی +

خلیل :- (دوسرے کمرے سے) بے حد مہربانی ہو گی ——— اختر نہیں آئے؟

بیوی :- اختر بندہ غلام ہے۔ کہ اگر تمہاری الٹی سیدھی باتیں سنا کرے۔ خوش باش آدمی ہے۔ زندگی سے لطف اٹھانے کے ڈھب جانتا ہے +

خلیل :- (دوسرے کمرے سے) کیوں نہ جانے۔ شادی جو نہیں ہوئی +

بیوی :- اب میری شکایتوں کا دفتر کھول دیجئے۔ پر کوئی میرے ایسی صابر شاکر اور دن رات گھر داری میں جتی رہنے والی بیوی دکھا دیں۔ تو جانوں۔ شکر نہیں کرتے کہ پلے بندھ گئی +

خلیل :- (دوسرے کمرے سے) شکر اس بات کا کروں۔ کہ بدقسمتی سے آپ کو کوئی شوہر مجھ سے بہتر نصیب نہ ہو سکا؟

بیوی :- (جھنجھلا کر اٹھ کھڑی ہوتی ہے) جناب سے بہتر نصیب نہ ہو سکا؟

خلیل :- (دوسرے کمرے سے) جی ہاں جو مجھ سے بہتر تھے۔ انہوں نے آپ کو قبول کرنا گوارا نہ فرمایا +

بیوی :- ہوش کے ناخن لو۔ مجھے قبول کرنا گوارا نہ فرمایا؟۔ خدا جھوٹ نہ بلوائے تو نہ جانے کتنے پیام لانے لے جانے والوں کی جوتیاں گھسی ہوں گی +

خلیل :- (دوسرے کمرے سے) لانے والوں کو تو زبردستی شامل کر لیا۔ پیام لے جانے والوں کے اگر بوٹ بھی گھس گئے ہوں۔ تو تعجب کا مقام نہیں +

Taj Tahir Foundation

بیوی :۔ پتھر تلے ہاتھ دبا ہے۔ کیا جواب دوں۔ جو جی میں آئے کہہ لو + (غصّے سے بڑھ کر دروازہ زور سے بند کر لیتی ہے۔ مُنہ ہی مُنہ میں) ہونہہ! بوٹے بھی گھس گئے ہوں، تو تعجب کا مقام نہیں۔ (ایک لحظہ رُکتی۔ جا کر دروازہ کھولتی اور کہتی ہے) یاد ہے وہ ٹیکسیوں کا ٹھیکیدار۔ کتنے چکر کاٹ رہا تھا میرے لئے؟ جی ہاں۔ کیا کہا؟ واہیات؟ کیوں نہ کہو گے۔ کھسیانی بلّی کھمبا نوچے۔ (دروازہ پھر دھڑ سے بند کر دیتی ہے)

(کنڈی کھڑکھڑانے کی آواز)

بیوی :۔ کون ہے؟

آواز :۔ مَیں ہوں اختر!

بیوی :۔ آئی۔ (جاتی ہے)

اختر :۔ (باہر) سلام بھابی۔ خلیل بھائی ابھی باہر نہیں نکلے؟

بیوی :۔ (اختر کے ساتھ اندر آتے ہوئے) کہاں بھائی۔ بستر ہی سے برآمد نہیں ہوئے +

اختر :۔ تو انہیں بے آرام نہ کیجئے۔ مَیں چلتا ہوں +

بیوی :۔ نہیں۔ نہیں ٹھہریئے۔ آپ کو تو ابھی ابھی پوچھ رہے تھے۔ آپ سے بات چیت کر کے اُن کا مزاج ذرا سنور جائے گا +

اختر :۔ (کھسک جانے کی نیّت سے) کیوں بگڑ رہا ہے کیا؟

بیوی :۔ بات کرتی ہوں تو کاٹنے کو دَوڑتے ہیں +

اختر :۔ مجھے پتہ ہوتا تو ——

Taj Tahir Foundation

بیوی :۔ نہ آتے نا؟

اختر :۔ (ذرا پریشان ہو کر) نہ خیر۔ یہ تو مَیں نے نہیں کہا۔

بیوی :۔ کہنے میں کوئی کسر بھی رہ گئی۔ مگر پریشان نہ ہوں آپ۔ مجھے معلوم ہے۔ اُن کی بدمزاجی نے سب دوستوں سے اُن کی بگاڑ دی ہے۔ ملے دے کے بس ایک آپ ہی رہ گئے ہیں +

اختر :۔ بھابی! مَیں اصل میں وضع داری کو بڑی شئے سمجھتا ہوں۔

بیوی :۔ (التجا کے انداز سے) وہ بھی کسی کی سُنتے ہیں۔ تو اختر بھائی آپ ہی کی سُنتے ہیں۔ آپ ہی خُدارا کوشش کیجئے۔ کہ ان میں کچھ زندہ دلی پیدا ہو جائے +

اختر :۔ کشتی کی سیر کو لے جاؤں؟

بیوی :۔ کشتی کی سیر کو تو شوق سے لے جایئے۔ پر اتنی بات سے کیا بن جائیگا؟ آپ کسی وقت اُنہیں اکیلے میں لے کر بیٹھئے نا + اُن سے پوچھئے۔ کہ تمہیں ہو کیا گیا ہے + آپ تو جانتے ہیں۔ کہ پہلے کتنے خوش باش اور ہنس مکھ تھے بس یہ جو کچھ ہوا۔ پچھلے چھ مہینوں میں ہوا۔ خود آپ نے بھی خیال کیا ہو گا۔

اختر :۔ کسی کسی وقت تو ایسا معلوم ہوتا ہے۔ جیسے لڑائی مول لینے پر اُدھار کھائے بیٹھے ہوں +

بیوی :۔ دیکھا نا آپ نے؟

اختر :۔ دفتر میں تو کئی لوگ کہتے ہیں۔ کہ انہیں پیٹ کی کوئی بیماری ہو گئی ہے۔ وجہ کیا کہ پیٹ کی خرابی اکثر لوگوں کو چڑچڑا بنا دیتی ہے +

Taj Tahir Foundation

بیوی :- پیٹ کہاں۔ پیٹ تو ٹھیک ہے۔ وہ تو سیر ہو گئے ہیں اپنے رہنے سہنے کے موجودہ ڈھنگ سے!

اختر :- وہ کیوں؟

بیوی :- گیارہ سال بعد انہیں یکایک خیال آیا ہے۔ کہ دُنیا کے بے شمار لوگ ہم سے زیادہ امیر ہیں۔ اور زیادہ ہنسی خوشی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ بس اب صبح سے شام تک یہی خیال گلے کا ہار بنا رہتا ہے۔ دُوسروں کو خوش دیکھ کر جلن پیدا ہوتی ہے۔ جتنا کُڑھتے ہیں۔ مزاج اُتنا ہی بگڑتا چلا جا رہا ہے۔ پہلے مَیں نے چاہا تھا۔ سمجھا بجھا کر ڈھب پر لگاؤں۔ جب کبھی دفتر سے منہ لٹکائے گھر پہنچتے۔ کوشش کر کے خُوش مزاجی سے کام لیتی۔ اور چاہتی انہیں گھر میں رونق اور گہما گہمی نظر آئے۔ نتیجہ کچھ بھی نہ نکلا۔ چند ہی روز میں اپنا سا منہ لے کر رہ گئی۔ اب تو مجھے نہ اُن پر بھروسہ رہا۔ نہ اپنی کسی کوشش پر۔

اختر :- (صدمے سے) بُری بات! بہت ہی بُری بات۔ مگر کیا کیا جائے۔ میرے بس کا روگ تو یہ ہے نہیں۔

بیوی :- کیوں نہیں۔ آپ کی ہی بات تو وہ سنتے ہیں۔ اگر آپ ان سے بات کریں۔ بغیر یہ پتہ دیئے کہ مَیں نے آپ سے کچھ کہا۔ اُن سے یہ کہیں۔ کہ اُن کا یہ رنگ ڈھنگ دیکھ کر میرا دل کتنا کُڑھتا ہے۔ اُنہیں سمجھائیں۔ کہ یہ مُردہ دِلی چھوڑ کر ہنسا بولا کریں۔ اُنہیں تسلی تشفی دیں۔ تو بھائی زندگی بھر آپ کا احسان یاد رکھوں گی۔ آپ کی دوستی کا درد آپ کو خود بتا دے گا۔ کہ اُن سے

Taj Tahir Foundation

کیا کچھ کہنا ہے +

اختر :- (کچھ پریشان ہو کر) ٹیڑھا قصہ ہے۔ تاہم کوشش کر دیکھتا ہوں +

بیوی :- مگر ایک بات کا خیال رہے۔ وہ آج کل چھوئی موئی بنے ہوئے ہیں۔ اُن سے اس طرح پیش آئیے۔ گویا بیمار ہیں۔ پر ہرگز ہرگز یہ ظاہر نہ ہونے دیجئے گا کہ آپ کو اُن کی دماغی حالت کا کچھ علم ہے +

اختر :- فکر نہ کیجئے۔ ویسے چند سہی۔ مگر ایسی باتوں میں بہت سمجھدار ہوں +

بیوی :- یہ کوئی آپ کے کہنے کی بات ہے سب مجھے کیا معلوم نہیں۔ بخدا جیتے جی آپ کا یہ احسان نہ بھولے گا۔ تو میں اُنہیں آپ کے آنے کی خبر کرتی ہوں۔ اور ابھی بھیجتی ہوں +

اختر :- (اکیلے میں) لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔ لاحول ولا۔

(خلیل آتا ہے، پیچھے پیچھے بیوی)

خلیل :- آؤ بھائی اختر معاف کرنا۔ میں ابھی بستر میں ہی تھا +

اختر :- تو کیا میں استراحت میں خلل انداز ہوا؟

خلیل :- خلل انداز ہونا کیسا۔ اچھا ہوا آ گئے۔ اس بہانے اُٹھ کھڑا ہوا۔ راہ بھی تمہاری ہی دیکھ رہا تھا +

اختر :- پھر اب؟ شطرنج کی بازی لگنی ہے؟

خلیل :- تمہاری خوشی۔ شطرنج کھیل لو!

اختر :- (کرسی سامنے رکھ کر کھیلنے کے لئے بیٹھتے ہوئے) شطرنج کا ڈبہ کہاں گیا بھابی؟

Taj Tahir Foundation

بیوی :۔ یہ رہا ——— (اُٹھا کر دیتی ہے) ———

اختر :۔ شکریہ بھابی۔ (مہرے بساط پر جما کر) چلیئے ۔ کچھ سست نظر آتے ہو۔ کیا بات ہے؟۔ طبیعت اچھی نہیں کیا؟

خلیل :۔ (حیرانی سے) میری طبیعت اچھی نہیں؟ کیوں مجھے کیا ہوا ہے؟

اختر :۔ یہ مَیں کیا جانوں . . .

خلیل :۔ (بات کاٹ کر) بھلا چنگا ہوں۔ تم اپنی کہو!

اختر :۔ نہ مَیں نے سوچا . یعنی . . گویا . . چُونکہ . . .

خلیل :۔ (بات کاٹ کر) کیا یعنی گویا چونکہ؟

اختر :۔ معاف کرنا بھائی۔ اصل میں بھابی کہہ رہی تھیں ———

خلیل :۔ کہہ رہی تھیں کہ میں بیمار ہوں؟

بیوی :۔ اختر بھائی میرا مطلب نہیں سمجھے!

خلیل :۔ تو مَیں بُوجھ سکتا ہوں۔ کہا ہوگا۔ مجھے مراق کے دَورے پڑتے ہیں۔ مجھے جنوُن ہو گیا ہے۔ مَیں پاگل ہوا جا رہا ہوں۔ کیوں کہا تھا نا؟

اختر :۔ پوُری بات تو سُن لو +

خلیل :۔ ہاں ہاں مجھے سب معلوم ہے۔ جی چاہے تو کچھ کچھ شرط لگا لو۔ تمہاری بھابی آج تم سے بڑے بڑے بھید کہتی رہی تھیں۔ کہ جناب مجھے اپنے وعظ سے مستفید فرمائیں +

اختر :۔ (اس قصّے میں پڑنے سے بے حد پریشان ہے) اماں چھوڑو اِن قصّوں کو تم چال چلو!

Taj Tahir Foundation

خلیل :- چال تو یہ لو۔ مگر جناب نے آخر پند و نصائح سے کام کیوں نہیں لیا؟

اختر :- یہ لو۔ چال چلو تم!

خلیل :- خیال تو شاید جناب کا بھی یہی ہو گیا ہو۔ کہ مَیں پاگل ہوا جا رہا ہوں۔ مجھ میں اتنی سمجھ نہیں۔ کہ قناعت سے کام لے سکوں۔ تقدیر نے مجھ پر نوازشوں کی جو بھر مار کر رکھی ہے۔ اُس سے خوش ہو سکوں +

بیوی :- دیکھا پھر شروع ہو گئے +

خلیل :- کیونکر نہ ہوں۔ دُنیا میں مشیّت ایزدی کے نزدیک مجھ سے زیادہ ناشکرا کوئی دوسرا ہے جو نہیں۔ انعام و اکرام سے اِس قدر لاد رکھا ہے۔ کہ اِس بندۂ ناچیز کے لئے سر اُٹھانے کا موقع نہیں۔ پھر بھی کس قدر احمق ہوں۔ کہ ایک بیچارے لکھ پتی پر رشک کرتا ہوں +

اختر :- ارے بھئی تم چال چلو۔ تجھ کو پرائی کیا پڑی اپنی نبیڑ تو۔ کبھی یہ اسے بھی تمہارے متعلق تردد کرتے ہیں؟

بیوی :- بھلا دیکھئے تو سہی!

خلیل :- وہ تردد کیوں کریں۔ وہ مجھ پر رشک کرتے ہیں کیا؟ خواب میں بھی کوئی میرے متعلق یہ کہتا ہے۔ کہ یہ خلیل بھی قسمت کا کیسا دھنی ہے۔ بیمہ کمپنی میں سوا سو روپیہ ماہوار کماتا ہے۔ تقریباً چار روپے روز۔ چار روپے! جن پر زندگی بسر کرتا ہے۔ کھاتا ہے۔ پہنتا ہے۔ جو روپیہ بچ رہتا ہے۔ اُس سے موٹر کرایہ پر لے سکتا ہے۔ مکان کا کرایہ دیتا ہے۔ اور مہنگے مہنگے سگریٹ پیتا ہے +

Taj Tahir Foundation

اختر :۔ جانتا ہوں۔ تنخواہ زیادہ نہیں۔ لیکن آخر بونس بھی تو ملتا ہے +

خلیل :۔ (واپس میز کے قریب آتے ہوئے) جی بونس اور پنشن کے خواب دیکھا کیجئے۔ چالیس سال گھس گھس کر کے۔ خط ٹائپ کر کر کے۔ میز انیں جوڑ جوڑ کے چالیس پچاس روپے ماہوار کی جو پنشن ملے گی۔ اُسے لے کر گلی میں کھلے آسمان کے تلے پڑ رہا کیجئے گا۔ اتنا بہر حال پاس ہو گا۔ کہ بھوکوں مرنے کا حق ہو جائے +

بیوی :۔ دیکھا۔ بس یوں ہی بات کا بتنگڑ بنا لیتے ہیں +

خلیل :۔ سُنا بیگم صاحبہ کا ارشاد؟ یقین ہی نہ فرمائیں گی۔ کہ میں بات کا بتنگڑ بنا لیتا ہوں۔ اماں اٹھاؤ۔ اِس شطرنج کے کھڑاگ کو + (شطرنج کے مہرے ملا دیتا ہے)

اختر ذرا میرے گھر کو دیکھو۔

اختر :۔ دیکھوں کیا۔ یوں اس سے زیادہ پُرتکلف بھی ہو سکتا تھا۔ لیکن ویسے اپنا اچھا خاصا ہے +

بیوی :۔ بھائی۔ ایمان سے کہو۔ صاف ستھرا ہے یا نہیں؟

خلیل :۔ صاف ستھرا؟ صاف ستھرا کیوں نہ ہو۔ ضرور ہے۔ گھر کے اندر کوئی چیز ہو تو گرد بھی بیٹھے۔ فرنیچر کی کمی میاں، بیوی دونوں مسکرا مسکرا کر باہمی محبت سے پوری کر لیتے ہیں + اب دیکھئے کب سے جی چاہتا ہے۔ بیٹھک میں ایک صوفا ہوتا۔ اس قسم کی ایک نشست۔ کہ انسان دفتر سے تھک کر آئے۔ تو دھم سے اُس پر گر پڑے۔ مگر توفیق نہیں +

Taj Tahir Foundation

اختر :- یہ کیا بات ہوئی۔ صوفے کے بغیر انسان جی نہیں سکتا؟

خلیل :- ارے ایک صوفا ہی ہے۔ عرصہ سے چاہتا ہوں۔ اُس قسم کا ایک لیمپ خریدوں۔ جیسا ہمارے اسسٹنٹ منیجر کے پاس ہے۔ اچھا اونچا لیمپ اسٹینڈ۔ ایسا جیسے ناچ میں کسی ناچنے والی کا لہنگا پھول گیا ہو لیکن اسکی قیمت جناب پچیس ۲۵ روپے سے کم نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ رات کو جب کبھی لکھنے پڑھنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ تو اس منحوس لالٹین کے سامنے بیٹھ کر دیدہ ریزی کرنی پڑتی ہے +

بیوی :- کئی بار کہہ چکی ہوں۔ کہ سگریٹ پینا چھوڑ دو۔ لیمپ خریدنے کو پیسے جمع ہو جائیں گے +

خلیل :- یہ چھوڑ دو۔ وہ چھوڑ دو۔ اِس شئے کے بغیر کام چلاؤ۔ اُس شئے کے بغیر گذارہ کرو۔ جن چیزوں کے بغیر گذارہ کر رہا ہوں۔ وہ تو میں جانتا ہوں۔ یہ کہو۔ کہ کن چیزوں کے بغیر گذارہ نہیں کر رہا؟

اختر :- (بیٹھ کر شطرنج کے مہروں سے شغل کرتے ہوئے) ارے اس قسم کی ذرا ذرا سی باتوں سے اُداس ہو جاتے ہو!

خلیل :- حضرت سب چیزوں سے بڑھ کر ذرا ذرا سی ایسی باتیں ہی ہوتی ہیں۔ جو انسان کو اپنی غریبی کی یاد دلاتی رہتی ہیں۔ مجھے روٹی نہ ملے۔ تو میں اتنا اُداس نہ ہوں۔ جتنا راحت کی ان چیزوں کے بغیر اُداس رہتا ہوں + آپ سمجھتے ہیں۔ اس مکان میں جو ہر طرح مُرغ کا ڈربہ معلوم ہوتا ہے۔ زندگی بسر کرنا بیحد راحت بخش ہے؟ سیڑھیاں چڑھ چڑھ کر گھٹنوں اور کولھوں کے پیچ

ڈھیلے ہو جاتے ہیں۔ سردیوں میں قلفی بنے رہتے ہیں۔ گرمیوں میں کباب بن کر رہ جاتے ہیں۔ چوبیس ۲۴ گھنٹے یہ کیفیت رہتی ہے۔ گویا دم گھٹا جا رہا ہے +

اختر :۔ (مہرے سمیٹ کر) اِن باتوں پر فلسفیانہ نظر ڈالا کرو۔ کیا پتہ تم اپنے اس ننھے سے مکان میں اتنی خوشی سے بسر کرتے ہو۔ کہ امیر آدمیوں کو وہ خوشی محلسراؤں میں میسّر نہ آتی ہو +

خلیل :۔ واہیات! اس قسم کی باتیں دولتمندوں نے اِس لئے مشہور کر دیں۔ کہ غریبوں کا جی یہ نہ چاہے۔ کہ اپنا مقام ان سے بدل لیں۔ وہ قول سُنا ہے کہ "خوشی دولت میں نہیں" معلُوم ہے یہ قول کس کا ہے؟ ایک سرمایہ دار کا +

بیوی :۔ خوشی خوشی کرتے رہتے ہو۔ معلوم بھی ہے۔ خوشی ہوتی کیا ہے؟

خلیل :۔ معلوم ہوتا۔ تو معلوم کرنے کا اتنا مشتاق کیوں ہوتا + اختر بھلا تم کو معلوم ہے۔ خوشی کیا ہے؟۔

اختر :۔ (شطرنج کے مہرے ڈبے میں رکھتے ہوئے) خوشی! خوشی بس یہی ہے، کہ انسان اپنا خوش ہو +

خلیل :۔ سبحان اللہ۔ کیا محققانہ بات فرمائی جناب نے +

بیوی :۔ خوشی کسی چیز کو ترستے رہنے کو نہیں کہتے +

خلیل :۔ بلکہ جس چیز کو انسان ترس رہا ہو۔ اس کے حاصل کر لینے کو کہتے ہیں + خوشی ہر اس چیز کو کہتے ہیں۔ جو مجھے حاصل نہیں۔ اور نہ کبھی حاصل ہو سکے گی + خوشی دولت میں ہے۔ احساس آزادی کے اس لُطف میں ہے۔ کہ یہ نامراد

روزی کمانے کے لئے سرگاڑی۔ پیر پہیہ نہ کرنا پڑے۔ جو تنخواہ دیتا ہے اُس کا محتاج نہ رہنا ہو۔ خوشی عشرت ہیں ہے۔ اپنی ضرورتیں آپ پوری کر سکنے کی قدرت ہیں۔ دُکان کے باہر کھڑے ہو کر جھانکتے رہنے کی بجائے دُکان کے اندر چلے جاتے ہیں + مستقبل کے متعلق کوئی کھٹکا نہ ہوتے ہیں۔ مزے کرنے کا حق حاصل ہو تو اس میں + ہمارے ہی مکان کے سامنے بہتیرے ایسے لوگ رہتے ہیں۔ جو مسکراتے ہوئے خوش نظر آتے ہیں + مَیں انہیں تکتا رہتا ہوں۔ اُن کی خوشی کو دیکھتا ہوں۔ اور یہ سوچ کر دیوانہ سا ہو جاتا ہوں۔ کہ مَیں اس شئے کو چکھے بغیر دُنیا سے سفر کر جاؤں گا +

بیوی :۔ سُنا اختر بھائی ؟ بس یونہی جوش میں آجانے سے نڈھال سے ہو جاتے ہیں +

اختر :۔ تم پہلے تو اپنے آپ کو ایسا ناخوش نہ سمجھتے تھے +

خلیل :۔ تب تک نا اُمید جو نہ ہوا تھا +

اختر :۔ کیوں ؟

خلیل :۔ بس کسی طرح اُمید تھی۔ کہ اللہ چھپر پھاڑ کر دے گا۔ اپنے آپ سے کہا کرتا تھا۔ یہ نحوست ہمیشہ تھوڑا ہی رہے گی۔ آخر بھلے دن آئیں گے + توبہ توبہ۔ اب یقین ہو چکا ہے۔ کہ یہ نحوست ہمیشہ باقی رہ سکتی ہے +

بیوی :۔ کیا پتہ تمہارے بھائی احمدؐ واپس آنے کی ٹھان لیں +

اختر :۔ احمد کس کے بھائی ؟

بیوی :۔ اِن کے چچیرے بھائی ہوتے ہیں +

خلیل :- اجی وہ بھی بڑے حضرت ہیں۔ وہ بھی کلرک تھے۔ سو روپیہ ماہوار تنخواہ ہوگی لیکن وطن میں رہنے کی بجائے پردیس میں قسمت آزمائی کرنے کی ٹھان لی اور ٹرانسوال کا راستہ پکڑا۔ وہاں پہنچ کر ایک مرتبہ جناب دورے کے لئے نکلے۔ اور سونے کی ایک کان دریافت کر ماری +

اختر :- سونے کی کان ؟

بیوی :- ہاں بھائی سونے کی کان۔ کسی میم کے نام پر اُس کا نام رکھا تھا اللہ جانے روزمین ہے یا . . . کچھ بھلا سا نام ہے اُس کا۔

خلیل :- (سوچتے ہوئے) روزمنڈ ہے۔ اور لُطف یہ کہ اس کام کے متعلق جیسا کورا میں ہوں۔ ایسے ہی وہ حضرت بھی ہیں۔ مگر کیا نصیبہ لے کر آیا ہے۔ یہ دیکھئے (دراز کھولتا ہے) یہ ہے ان حضرت کی تصویر۔

اختر :- (تصویر دیکھ کر) چہرے سے تو کوئی خاص ذہانت ظاہر نہیں ہوتی۔

خلیل :- ذہانت ؟ یوں کہو۔ احمق معلوم ہوتا ہے۔ (تصویر پھر دراز میں ڈال دیتا ہے)

اختر :- کیا لکھ پتی ہیں ؟

بیوی :- کروڑ پتی +

خلیل :- اس سے بھی زیادہ۔ اُسے اندازہ نہیں کہ اُس کے پاس کتنی دولت ہے۔

اختر :- تمہارے لئے اُنہوں نے کچھ نہ کیا ؟

خلیل :- کیا کیوں نہیں۔ پر اُسی وقت تک جب تک مفلس تھا۔ دولت مل گئی۔ تو تمہاری یہ راہ۔ ہماری وہ راہ +

بیوی :- اے اللہ سے ڈرو۔ جھوٹ کیوں بولتے ہو۔ شروع شروع میں بے چارہ

خط لکھتا رہا۔ سارے خاندان میں سے لے دے کر اُس کے ایک ہم ہی تو تھے۔ بُلاتا بھی رہا۔ کہ آ کر میرے شریک بن جاؤ +

خلیل :- (آ کر میز کے سامنے بیٹھ جاتا ہے) کون ایسے بلاووں پر گھر بار چھوڑ کر نکل کھڑا ہوتا ہے۔ مَیں نے جواب میں لکھا۔ کہ قبلہ بُلانے کی بجائے ایک دس ہزار روپیہ ہمیں یہیں نہ بھیج دیجئے + روپیہ آجاتا۔ تو ترقی کی بیس راہیں نکل آتیں۔ کوئی اپنا چھوٹا سا کاروبار شروع کر لیتا۔ دیہات میں جا کر رئیسوں کی طرح ٹھاٹھ سے رہنا شروع کر دیتا +

اختر :- تو آپ کے اس خط کا جواب نہ آیا ؟

خلیل :- (سر ہاتھوں میں تھام کر) اس کے بعد ان حضرت کا کوئی سراغ ہی نہ ملا۔ بس اخباروں میں کبھی کبھار ان کے متعلق کوئی خبر آجاتی ہے۔ کاروبار کی خبروں میں دیکھ لیجئے۔ اُن کی کان کے حصّوں کی قیمت بڑھ جانے کی خبر ضرور درج ہو گی۔ خدا جھوٹ نہ بلوائے۔ تو اَب تک تین گنی دولت جمع کر چکا ہو گا۔ ہم اب اُسے یاد بھی نہ رہے ہوں گے۔ مَیں کوئی دس سال کی بات کر رہا ہوں +

بیوی :- لو بھائی مَیں تو چلتی ہوں۔ چل کر ہنڈیا چولھے کی فکر کروں + (جاتی ہے)

اختر :- بھابی ہماری کمال کی عورت ہیں۔ آپ پر تو جیسے جان چھڑکتی ہیں +

خلیل :- (بیٹھے بیٹھے)۔ جی ہاں۔ درگلوئیم سنّت پیغمبر است +

اختر :- کیسی اُلٹ پلٹ باتیں کرتے رہتے ہو +

خلیل :- صاف کہہ دو۔ کہ سنگدل ہوں۔ اور ختم کرو اس قصّے کو +

Taj Tahir Foundation

اختر :۔ بے حد ہی تلخ بن گئے ہو +

خلیل :۔ (اُٹھ کر) اختر۔ تمہاری بھابی کا مَیں تم سے پردہ نہیں کراتا۔ تم مجھ سے ایمان ایمان سے کہو۔ یہ حسینوں میں شمار کی جا سکتی ہیں؟

اختر :۔ (گومگو میں)۔ اب ... یعنی ... گویا ....

خلیل :۔ (اُس کے قریب جاتا ہے) دیکھو آئیں بائیں شائیں نہ کرو۔ یہ بتاؤ کبھی تم نے انہیں دیکھ کر دل ہی دل میں کہا ہے۔ افوہ کس بلا کا حُسن ہے۔ کاش ہماری بیوی بھی ایسا ہی چاند کا ٹکڑا ہوتی +

اختر :۔ کیوں کہنے میں کیا تامّل ہو سکتا ہے +

خلیل :۔ گدھے ہو +

اختر :۔ بھئی بات یہ ہے۔ کہ اوّل تو دوست کی بیوی اپنی ماں بہن کے برابر ہوتی ہے ...

خلیل :۔ کسی زبان کی مثل ہے۔ کہ زندہ دوست کی بیوی میں سے ہمیشہ ایک سحر انگیز خوشبو نکلتی معلوم ہوتی ہے +

اختر :۔ علاوہ ازیں مَیں نے انہیں دیکھا بھی تو ابھی +

خلیل :۔ میری بیوی بننے سے پہلے تم نے اگر ان کو نہیں دیکھا۔ تو کسی خاص لُطف سے محروم نہیں رہے۔ صورت۔ شکل۔ قد بُت عین مین وہی ہے جو لڑکپن میں تھا۔ اُن کے حُسن کی پائیداری کا اقرار میں بھی کرتا ہوں۔ بیچاری بوڑھی تو جب ہو سکتی۔ اگر کبھی جوان ہوتی +

اختر :۔ واہ۔ ہماری بھابھی کئی خوبیوں میں اپنا جواب نہیں رکھتی +

Taj Tahir Foundation

خلیل :- یہی کہہ کہہ کر دل کو تسلی دے لیتا ہوں۔ کہ اس سارے صوبے میں سے مجھے اس سے بہتر جورو حاصل نہ ہو سکتی تھی +

اختر :- بے شک +

خلیل :- جی ہاں۔ دائیں نظر ڈالتا ہوں۔ ایک شخص کی بیوی دل چسپ نظر آتی ہے بائیں نظر ڈالتا ہوں۔ دیکھتا ہوں۔ کہ ایک شخص کی بیوی جہیز میں چھ ہزار سالانہ جائیداد لائی ہے +

اختر :- چھ ہزار سالانہ پانسو ماہوار ہی تو ہوتے ہیں +

خلیل :- ارے مگر اتنی آمدنی ہو۔ تو انسان سال میں احباب کو کم از کم دو چار پر تکلف ضیافتیں دے سکتا ہے۔ معزز لوگوں کی طرح زندگی گذار سکتا ہے ترقی پا سکتا ہے + کبھی کبھی سوچتا ہوں۔ کہ میں جو گل محمد بن کر رہ گیا۔ تو یہ سب ان ہی نیک بخت کے دم قدم کی برکت ہے۔ پوچھ سکتے ہو۔ میں نے ان سے شادی کی۔ تو یہ جہیز میں کیا لائی تھیں؟ پانچ روپلی۔

اختر :- چپ۔ چپ۔ سننا!

خلیل :- کیا؟ کیا ہے؟

اختر :- غل مچا مچا کر باتیں کیں۔ اُن کے کان میں پڑ گئیں۔ وہ رو رہی ہیں +

خلیل :- سچ مچ؟ بے چاری! (غصے سے) پر یہ نتیجہ صرف اِس بات کا ہے۔ کہ اس دروازے پر پردہ ٹانگنے کو میرے پلے دام نہیں +

اختر :- چلو بکو مت +

[بیوی آتی ہے۔ آنکھیں لال ہیں۔ دُھلے ہوئے برتن اُٹھا

Taj Tahir Foundation

رکھے ہیں۔ انہیں الماری میں رکھنے لگتی ہے۔ ذرا دیر خاموشی طاری رہتی ہے۔ خلیل آنکھوں میں اختر سے سوال کرتا ہے۔ اختر اشارے سے کہتا ہے۔ کہ رو رہی ہے +]

اختر :۔ (آئی گئی کرنے کو) تو بھئی۔ تم تو اب تیار نہیں۔ میں ذرا سیر سپاٹے کو نکلتا ہوں +

خلیل :۔ (شکستگی سے) یہ کیا بات۔ تم بھی چھوڑے جا رہے ہو۔ بیٹھو بھی +

اختر :۔ اب تو میں چل ہی دیا۔ سلام بھابی!

خلیل :۔ تو واپسی میں ضرور آنا +

اختر :۔ (پیچھا چھڑانے کو) ہاں ہاں آجاؤں گا۔ آجاؤں گا +

(چلا جاتا ہے)

خلیل :۔ عجب سر پھرا شخص ہے۔ یہ سب کنوارے ایسے ہی ہوتے ہیں +

(بیوی جو اختر کی موجودگی کی وجہ سے اپنے آپ کو سنبھالے ہوئے تھی۔ سسکیاں بھر کر رونے لگتی ہے)

خلیل :۔ تم پر کیا اُفتاد پڑ گئی؟

بیوی :۔ (روتے روتے) میں سب کچھ سن رہی تھی +

خلیل :۔ کوئی بات بری لگ گئی ہو۔ تو بخش دو بھئی +

بیوی :۔ (روتے ہوئے) تم بڑے ظالم ہو . . . بڑے ظالم ہو . . .

خلیل :۔ (کسی قدر بگڑ کر) اب بند کرو یہ آنسو بہانے۔ میں قرآن ہاتھ پر رکھ کر تو باتیں کر نہیں رہا تھا۔ یوں ہی باتوں باتوں میں ایک بات کہہ بیٹھا۔ اور

Taj Tahir Foundation

پھر قصور تمہارا اپنا ہے۔ دروازے سے کان لگائے سنتی کیوں رہیں؟

(بیوی روتے ہوئے سسکی بھرتی ہے)

خلیل :۔ ارے بھئی تو اب کروں کیا۔ کہی ہوئی بات کوٹا کیسے لوں؟

بیوی :۔ تمہیں میری ضرورت نہیں۔ تو میں چلی جاتی ہوں۔ اب کبھی میری صورت نہ دیکھو گے +

خلیل :۔ نہایت خوب۔ اب کہے جاؤ ایسی باتیں۔ جن سے میں اپنے آپ کو وحشی نظر آنے لگوں +

بیوی :۔ (روتے ہوئے) تمہیں مجھ سے ذرا محبت نہیں۔ تم نے مجھ سے کبھی محبت نہیں کی +

خلیل :۔ کی ہے۔ کی ہے۔ بابا کی ہے۔ میں تم کو پوجتا ہوں۔ پر خدا کے لئے اب میری اتوار کی چھٹی کو غارت نہ کرو میرا وہ ناول کہاں گیا۔ لانا ذرا۔ دو گھڑی ناول ہی سے غم غلط کرلیں۔ (بیوی کتاب اٹھا کر دیتی ہے) نوازش!

(کنڈی کھڑکنے کی آواز)

بیوی :۔ کوئی آیا ہے۔ کہہ دوں گھر میں ہو؟

خلیل :۔ جو جی میں آئے کہہ دو۔ میں سب سے مغز پاشی کرنے کو حاضر ہوں +

[بیوی دروازے تک جاتی۔ اور جوش سے ہانپتی ہوئی لوٹتی ہے]

بیوی :۔ (آتے آتے) ارے وہ آئے ہیں! وہ! وہ! آ گئے!

خلیل :۔ اپنی بلا سے۔

بیوی :۔ میں نے کہا۔ وہ۔ وہ!

خلیل :- کون ؟

بیوی :- تمہارے بھائی احمد!

خلیل :- احمد! (جلدی سے اٹھ کر جوتے پہنتے ہوئے) میرے سر کی قسم! سچ مچ ؟

بیوی :- سیڑھیوں میں کھڑے ہیں۔ مجھ سے کہنے لگے۔ بھابی مجھے بھول لیں تو نہیں۔ میں آپ کا جیٹھ احمد ہوں +

خلیل :- ارے تو انھیں چھوڑ کہاں آئیں۔ باہر کیوں کھڑا کر دیا۔ (سیڑھیوں کی طرف جلدی سے جاتے جاتے) بھائی جان! آجایئے۔ آجایئے!

(فوراً ہی احمد کے ساتھ واپس آتا ہے)

احمد :- (آ کر خوش طبعی سے) ارے خلیل بھیا! مجھے پہچانا ؟

خلیل :- لیجئے کہتے ہیں پہچانا۔ آپ کو بھول جاؤں گا ؟ مگر یہ اچانک کیسے ؟ خیریت سے تو آئے ؟

احمد :- وطن خیریت سے نہیں آتے۔ تو کیسے آیا کرتے ہیں ؟ (بیوی سے) کیوں بھابی کیا حال ہے ؟

خلیل :- پاکستان پہنچے کب ؟ (بیٹھنے کو کرسی بڑھاتا ہے)

احمد :- بس آ ہی رہا ہوں +

خلیل :- سیدھے میرے پاس آئے ہیں ؟

احمد :- (خوشی سے) اور کہاں جاتا۔ تمہارے سوا میرا ہے کون ؟

خلیل :- سچ مچ! اب تک ہمیں اپنا سمجھتے ہیں ؟

احمد :- کیوں وقت کے ساتھ اپنے غیر بن جاتے ہیں؟

خلیل :- خوب! جو شخص سونے کی کان کا مالک ہو- اُس کی زبان سے ایسی باتیں سُن کر اچنبھا ہوتا ہے +

احمد :- اُس کا اِس سے کیا تعلق- سونے کی کان تو زندگی میں ہر شخص ایک بار دریافت کرتا ہے +

خلیل :- ہم تو کوئی دریافت نہ کر سکے +

احمد :- اِس لئے کہ تم نے دریافت کرنا چاہا نہیں- ذرا دیکھوں تو تمہاری صورت بدلے تو ہو نہیں +

خلیل :- آپ بھی ویسے کے ویسے ہی ہیں- مگر یہ اچانک آپ کا آنا خوب رہا- ابھی ابھی تو مَیں بیوی سے آپ کی باتیں کر رہا تھا +

احمد :- خُوب خُوب- تو خُوشی ہوئی میرے آجانے سے؟

بیوی :- (جلدی سے) خُوشی سی خُوشی!

احمد :- تم سے زیادہ خُوشی مجھے ہوئی ہے- دیکھو تو سفر کرتا کہاں سے آرہا ہوں +

خلیل :- (جلدی سے) بیٹھئے نا!

بیوی :- بیٹھیں کیا- سفر کی تکان ہو گی- ادھر گرد و غبار سے طبیعت پریشان ہو رہی ہو گی- پہلے مُنہ ہاتھ نہ دھو لیں؟

خلیل :- (اِدھر اُدھر دیکھ کر) بھائی کو یہاں وہ آسائش تو مِل نہ سکے گی جس کے وہ عادی ہیں +

بیوی :- کیا ہوا۔ معاف کردیں گے۔ ہمارا جھونپڑا تو ایسا ہی ہے +

احمد :- (اُٹھتے ہوئے) ارے نہیں بھابی۔ کیا باتیں . . .

بیوی :- (اندر لے جاتے ہوئے) تو پھر آیئے۔ غسل خانہ اِدھر ہے۔

[بیوی فوراً ہی واپس آتی ہے۔ آنے سے پہلے اندر سے اُس کی آواز سُنائی دیتی ہے]

بیوی :- (اندر سے) صابن طاق میں دھرا ہے۔ (بیوی اندر آ کر دروازہ بند کرتی ہے پھر دَبی آواز میں) اب کہو؟

خلیل :- (دَبی آواز میں) ہوش میں تو آؤں +

بیوی :- اب بھی کھوئے ناامید ہو چکا ہوں۔ جب ہر طرف سے مایوس ہو چکے تھے تو اللہ نے چھپر پھاڑ کر خوشی کس طرح بخش دی!

خلیل :- واقعی چھپر پھٹ پڑا۔ مَیں تو جیسے بھونچکا رہ گیا ہوں۔ پر ان دس سالوں میں احمد بھائی ذرا بھی نہیں بدلے +

بیوی :- شکل سے تو بڑا رعب برسنے لگا ہے +

خلیل :- جو شخص سونے کی کان کا مالک بن جائے۔ اُس کی شکل سے ہمیشہ رعب برسنے لگتا ہے + (دراز والی میز کی طرف جاتے جاتے) ارے ہاں اُن کی تصویر! اسے کسی ایسی جگہ رکھ دو۔ جہاں اُن کی نظر پڑ سکے۔ اور انہیں خیال ہو۔ کہ ہم نے اُنہیں بھلا نہ دیا تھا + (تصویر میز پر کھڑی کر دیتا ہے)

بیوی :- بیچارے کیسے بھلے آدمی ہیں۔ کہ یہاں پہنچ کر کسی ہوٹل کا رُخ کرنے کی بجائے سیدھے ہمارے پاس چلے آئے +

Taj Tahir Foundation

خلیل :- مروّت ہمارے کنبے کے سب لوگوں میں پائی جاتی ہے +

بیوی :- دیکھو تو کن کن گلیوں میں گھوم کر اور کتنی سیڑھیاں چڑھ کر یہاں پہونچے ہوں گے۔ کروڑپتی ہو کر کسی کا مزاج ایسا سیدھا سادھا بھی رہا ہوگا ؟

خلیل :- (فخر سے) اور تم نے خیال بھی کیا۔ مجھ سے کس بے تکلّفی اور اخلاق سے گفتگو کی ہے +

بیوی :- ہاں کہہ رہے تھے "تمہارے سوا میرا ہے کون"۔ اس کا مطلب تو گویا یہ ہوا ______

خلیل :- (بات کاٹ کر) کہ ان کا وارث مَیں ہوں گا۔ پھر اور مطلب کیا ہو سکتا ہے؟

بیوی :- اور کیا۔ کچھ سلوک کرنے کا ارادہ ہی بنا کر آئے ہوں گے +

خلیل :- ہیں نا ؟ لیکن بہت دُور دُور کی نہیں سوچنی چاہیئے۔ کیا پتہ ہمیں کسی طرح کا مغالطہ ہی ہو رہا ہو۔ پر انہوں نے مُنہ ہاتھ دھونے میں بڑا وقت لگا دیا +

بیوی :- اب توائی نہ ڈالنا کہیں۔ جہاں دس سال صبر سے کام لیتے رہے ہو۔ وہاں پانچ منٹ اور صبر کر لو +

خلیل :- کیا خیال ہے۔ وہ دس ہزار روپیہ پھر مانگوں ؟

بیوی :- ابھی سے ؟ چھوٹتے ہی ؟ دَم تو لے لینے دیتے۔ مجھے تو بُرا معلوم ہوتا ہے باقی جو آپ کے جی میں آئے کیجئے +

خلیل :- بگڑ بیٹھیں نا۔ بڑی بُری عادت ہے تمہاری۔ مَیں تو مشورہ طلب کر رہا ہوں میری رائے میں اُن کے قیام کے دَوران میں وعدہ ضرور لے لینا چاہیئے +

Taj Tahir Foundation

بیوی :- کر دیکھو کوشش +

خلیل :- دسؔ ہزار روپیہ ...... اتنے امیر آدمی کے لیئے دسؔ ہزار کی حقیقت کیا ہے میرے خیال میں تو بیسؔ ہزار کی فرمائش کرنی زیادہ مناسب ہو گی +

بیوی :- بیسؔ ہزار! دے دیں گے اتنا ـــــ ؟

خلیل :- اصل میں جب موقع ملتا ہے۔ تو انسان تامل کرتا رہتا ہے۔ اور جب موقع ہاتھ سے نِکل جاتا ہے۔ تو پھر کفِ افسوس مِلتا ہے۔ مجھ سے پوچھو تو اُنہیں چالیسؔ ہزار دے دینے میں بھی کوئی عذر نہ ہو گا۔

بیوی :- عقل ماری گئی ہے +

خلیل :- آخر میرے سوا اُن کا وارث کون ہے۔ کچھ ہی ہو۔ مَیں تو چالیسؔ ہزار مانگوں گا۔ انکار نہ کریں گے۔ کر نہیں سکتے +

بیوی :- خدا کا نام لو۔ اتنی بڑی رقم! مجھے تو سوچنے سے چکر سا آتا ہے +

خلیل :- ارے آدھا لاکھ بھی تو نہیں۔ چالیسؔ ہزار کی حقیقت ہی کیا ہے +

بیوی :- مِل جائے تو بات ہے۔ دِلدّر دُھل جائیں +

خلیل :- یہ تو ٹھیک ہے۔ پر مَیں تو اس سے بھی آگے کچھ دیکھ رہا ہوں۔ مستقبل کی اُمیدیں ....

بیوی :- اے بس اب رہنے دو +

خلیل :- رہنے دو کی کیا بات ہے۔ مجھے یہ کچھ تندرست تو نظر آتے نہیں +

بیوی :- آواز دھیمی کر کے) چُپ بھی رہو پتلے پتلے کواڑ ہیں۔ آواز آر پار سُنائی دے جاتی ہے۔ اے لو وہ آ گئے +

احمد :- (آکر) منہ ہاتھ دھو کر حواس ٹھکانے پر آ گئے + جیتی رہو بھابی - اس وقت تو ٹھاٹھ کرا دیئے -

خلیل :- خاک ٹھاٹھ کرا دیئے - بھائی جان بھی باتیں کمال کی کرتے ہیں - یہ کہیئے سفر تو اچھی طرح کٹا ؟

احمد :- مجھے تو ایسا معلوم ہوتا تھا - جیسے ٹرین کبھی ٹھکانے پر پہنچ ہی نہ چکے گی - بے قرار تھا - کہ بس وطن پہنچوں - اور اس پچھلے دس سالوں کے جنجال کو بھلا ڈالوں +

بیوی :- جنجال کی بھی ایک ہی رہی - خدا کرے ایسے جنجال تو ہر ایک کو نصیب ہوں +

خلیل :- ٹھیک تو ہے - آخر پریشانی کے موقع بھی آتے ہی ہوں گے +

احمد :- پریشانی سی پریشانی +

خلیل :- اپنی وہ تصویر دیکھی آپ نے - یہ کچھ آپ کی خاطر نہیں نکالی گئی جب سے آپ رخصت ہوئے ہیں - جوں کی توں یہاں دھری ہے - یوں سمجھیئے - آپ پل بھر کو ہماری یاد سے نہیں اترے - اُس وقت سے اِس وقت تک ...

بیوی :- (بات کاٹ کر) اب جو آپ اللہ رکھے پھر وطن آئے - اور اپنے عزیزوں میں پہنچے ہیں - اور آپ کو بھی معلوم ہو گیا - کہ وہ آپ کو کس قدر چاہتے ہیں - تو اب آپ ایک بار پھر گھریلو زندگی کا لطف خوب اٹھا سکیں گے +

احمد :- بھابی آپ تو شرمندہ کرتی ہیں +

بیوی :- یہ نہ سمجھئے گا - کہ آپ کے مرتبے کا خیال کر کے ہمیں آپ سے مل کر خوشی ہوئی - اللہ جانتا ہے - ایسی خود غرضی ہم لوگوں کو چھو نہیں گئی ہے +

Taj Tahir Foundation

خلیل :- ارے بھائی ہمیں اس سے کیا۔ کہ آپ امیر ہیں یا غریب ہیں۔ جو کچھ بھی ہیں ہمارے بھائی ہیں۔ اپنے لئے تو بس اتنا کافی ہے +

احمد :- بھئی بڑے بھلے لوگ ہو +

خلیل :- میری تو یہ کیفیت ہے۔ کہ دولت کی کچھ پرواہ ہی نہیں۔ اپنی بھابی سے پوچھ لو کیوں سچ کہتا ہوں نا؟ دولت کی ہے مجھے پرواہ؟

بیوی :- مطلق نہیں۔ اور بہتیرے عیب ہوں۔ مگر حریص نام کو نہیں ہیں۔ (احمد سے) جب انہیں معلوم ہوا کہ آپ کو سونے کی کان مل گئی ہے۔ تو بس صرف اتنا بولے۔ "خوب! اللہ احمد بھائی کو مبارک کرے۔ اُن کی زندگی سُدھر گئی" +

احمد :- سچ مچ تم لوگ فرشتہ ہو ـــ

خلیل :- جانتا ہوں۔ اب آپ کیا کہنے والے ہیں + کہہ دیں گے۔ کہ دولت کے معنی خوشی کے نہیں ہوتے۔ پر میں یہ پہلے سے کہہ دوں۔ کہ دولت نہیں تو انسان کو پھر چاہیئے کیا؟ مفلسی؟ خدا نہ کرے جو کسی کو مفلسی سے سابقہ پڑے۔ مجھے ہے اس کا تھوڑا سا تجربہ!

احمد :- اور کیا مجھے نہیں؟

خلیل :- پر اب تو دن پھر گئے۔ اب تو لدے پھندے آئے ہیں۔ مزے کیجئے۔ دِل بھر کر خوشی کا لطف لوٹیئے۔ "بنا ہے عیش تجمل حسین خاں کیلئے" +

احمد :- ہاں وہ تو ٹھیک ہے۔ مَیں ذرا بیٹھ جاؤں +

(بیٹھنا چاہتا ہے)

بیوی :- نہیں نہیں اس کرسی پر نہ بیٹھئے۔ اس بازوؤں والی کرسی پر بیٹھئے +

Taj Tahir Foundation

خلیل :- ہاں ہاں بازوؤں والی کرسی پہ +

بیوی :- (کرسی گھسیٹ کر میز کے پاس کر دیتی ہے) یہاں - اب بیٹھیں گے نا آرام سے +

خلیل :- بھائی آپ کو عادت پڑی ہو گی راحتوں اور آسائشوں کی - ہمارے اِس ڈربے میں تو آپ کو یوں ہی گذر کرنی ہو گی +

بیوی :- مگر بھائی اس میں قصور کچھ ہم لوگوں کا نہیں ہے +

احمد :- بھلے لوگو تم تو مجھے شکریہ تک ادا کرنے کی مہلت نہیں دیتے -

خلیل :- شکریہ؟ مگر کس بات کا؟ آپ ہماری جگہ ہوتے تو آپ بھی یوں ہی کرتے - آخر بھائی ہو یا نہیں ہو؟ - ویسے ابھی نہیں بعد میں - اگر آپ کو خیال ہو - کہ ہم نے آپ کی توقعات ہر طرح پوری کیں - تو اس کا ثبوت دینے کو چالیس ہزار موقعے آپ کو بھی مل رہیں گے +

بیوی :- (گھبرا کر) ہے ہے!

خلیل :- ہاں تو کوئی بری بات تھوڑا کہہ دی میں نے - بھائی جان سمجھ نہیں سکتے کہ میرا مطلب کیا ہے - کیوں بھائی جان؟

احمد :- (گھبرا کر) . . . کچھ کچھ . . . خفیف سا . . .

خلیل :- تو مجھے کسی بات پر اصرار تو نہیں - بہر حال اِس کے متعلق باتیں بعد میں ہوتی رہیں گی + آپ جانتے ہیں - کہ یہاں روپیہ کسی اچھے اور نفع بخش کاروبار میں لگانا کچھ آسان بات نہیں + بالکل اتفاق سے مجھے اور میری بیوی کو ایک بہت ہی نفع بخش کاروبار سوجھ گیا +

Taj Tahir Foundation

احمد :- (آدھا اُٹھ کر) اور اس کے لئے روپیہ کی آس آپ مجھ سے لگائے بیٹھے ہیں ؟

خلیل :- یعنی . . . تھوڑا سا . . . بہت نہیں . . .

احمد :- اور فرض کیجئے - کہ آپ ایک غلط فہمی میں مُبتلا ہوں ؟

بیوی :- کیا معنی - آپ ٹکا سا جواب دے دیں گے ؟

احمد :- (بیوی سے مخاطب ہو کر) فرض کیجئے مَیں اتنا امیر نہیں ہوں - (خلیل سے) جتنا آپ سمجھے بیٹھے ہیں +

خلیل :- (تردّد سے) مذاق کر رہے ہیں +

احمد :- فرض کیجئے مَیں تباہ ہو چُکا ہوں ؟

خلیل :- (حیران ہو کر) قارُون تباہ ہو گیا ! کروڑپتی احمد تباہ ہو گیا !

احمد :- (میز کا سہارا لے کر) امیر مَیں ضرُور تھا - مگر زیادہ مُدّت تک نہ رہ سکا +

خلیل :- (ہنس کر) بھئی ہیں ویسے کے ویسے ہی خُوش طبع - مجھے یاد ہے پہلے بھی مذاق کرنے سے کبھی نہ چُوکتے تھے +

احمد :- مذاق نہیں ہے +

خلیل :- (ہنس کر) روز مَنڈ کانوں کا مالک تباہ ہو گیا ! یہ بھی ایک ہی رہی !

احمد :- بھائی سُن تو لو - جو کچھ میرے پاس تھا - سٹّے بازی میں سب کا سب غارت ہو گیا +

خلیل :- افوہ ری بدنصیبی - باقی کیا رہ گیا ؟ - یہی کوئی دو تین کروڑ +

احمد :- سب کچھ غارت ہو گیا - کوڑی کوڑی کو محتاج ہو گیا - روز مَنڈ کان میرے

ہاتھ سے نکل چکی ہے +

خلیل :- کیا سچ مچ ؟ مذاق نہیں ہے ؟ آپ کا دیوالہ نکل گیا ہے ؟

احمد :- ایسی بُری طرح کہ مجھے رُوپوش ہو جانے کی ضرورت محسوس ہوئی - صرف دولت ہی نہیں گئی - میری قوّت اور ہمّت بھی جواب دے چکی ہے - اِسی لیئے وطن آگیا +

بیوی :- ہئے ہئے !

خلیل :- (آہستہ سے) فراغت ہوئی ! ہمیشہ کو فراغت ہوگئی ! ایک ہی اُمید تھی - وہ بھی گئی +

احمد :- مجھے اتنے ہی سب کچھ کہہ ڈالنا تھا - پر مجھ میں حوصلہ نہ تھا - اِس قدر نقصان محسوس کر رہا تھا . . . (معذرت کے انداز میں) کاش مجھے معلوم ہوتا . . . اب اس سے پیشتر کہ تم مجھے مکان سے نکالو - مَیں خود چلا جاتا ہوں +

(کرسی سے اُٹھتا ہے)

بیوی :- کہاں جائیں گے ؟

احمد :- جدھر منہ اُٹھے گا اُسی طرف - خدا حافظ + (دروازے کی طرف بڑھتا ہے)

بیوی :- (میاں سے) ہیں نے کہا سُن رہے ہیں ؟ -

خلیل :- ارے بھئی سُنئے تو مَیں یُوں آپ کو کیسے جانے دے سکتا ہوں - ٹھہریئے تو +

احمد :- فائدہ ؟

خلیل :- نہیں نہیں - آپ ہمارے ہی ساتھ رہیں - آخر بھائی ہیں - رشتہ داروں

Taj Tahir Foundation

میں آپ کے سوا ہمارا ہے کون۔ یوں آپ کو نہیں جانے دے سکتا +

احمد :۔ (متاثر ہو کر اس کا ہاتھ تھام لیتا ہے) سچ مچ ؟ (ذرا سے توقف کے بعد)
کمال کے آدمی ہو +

خلیل :۔ جی چاہے تو اسے کمال کہہ لیجئے +

احمد :۔ مجھے معاف کر دیا تم نے ؟

بیوی :۔ اگر ہم طرح طرح کے منصوبے بناتے رہے تھے۔ تو اس میں آپ کا
کیا قصور ؟۔

خلیل :۔ آیئے بیٹھ جایئے۔

بیوی :۔ کھانا کھا لیا ہے ؟ یقین تو نہیں +

احمد :۔ ہاں۔ کھانا میں نے پرسوں کھایا تھا +

خلیل :۔ توبہ توبہ ! ارے بھائی فاقے گذر رہے ہیں ؟

بیوی :۔ تو کہا کیوں نہیں۔ میں ابھی چائے بنا کر لاتی ہوں +

خلیل :۔ آیئے اتنے میں دسترخوان بچھاؤں +

احمد :۔ نہیں نہیں بھئی۔ بڑی تکلیف دے رہا ہوں۔ مجھے افسوس ہوتا ہے +

خلیل :۔ (الماری سے دسترخوان نکال کر اور تخت پر بچھاتے ہوئے) رہنے بھی دیجئے
ابھی بچھا جاتا ہے +

احمد :۔ کس قدر خوش اخلاق ہو تم لوگ۔ کہ اپنا مہمان بنا لیا +

خلیل :۔ آپ کا کیا خیال تھا۔ ہم کیا کریں گے ؟

احمد :۔ گھر سے باہر کر سکتے تھے۔ پر میں اس احسان کا بدلہ کیونکر اتار سکوں گا +

Taj Tahir Foundation

خلیل :- یہ باتیں پھر کیجیئے گا۔ مگر بھائی۔ واقعہ یہ ہے۔ کہ آپ نے ہمارے پیروں تلے کی زمین نکال دی۔ ہم سمجھے بیٹھے تھے۔ کہ آپ کروڑپتی ہیں۔ مَیں نے خیال ہی خیال میں بیمہ کمپنی کے نام اپنا استعفٰی ابھی لکھنا شروع کر دیا تھا۔

احمد :- اب تک بیمہ کمپنی میں ہو؟

خلیل :- اَور کہاں ہوتا۔ (فخر سے) لیکن اب ایں جناب دعووں کے محکمے میں ہیں۔

احمد :- اوہ۔ خُوب ترقی کی!

خلیل :- ہاں ترقی تو کر لی ہے۔ جہاں تھا وہیں کا وہیں ہوں۔ اور ترقی بھی کر گیا ہوں۔

احمد :- کیا خیال ہے۔ مجھے بھی پھر ملازم رکھ لیں گے؟

خلیل :- مینجروں میں سے کسی سے کہوں گا۔ جانتے ہیں ان لوگوں کو کسی بات پر آمادہ کرنا کچھ سہل نہیں ہوتا۔

احمد :- یہ تو واقعہ ہے۔

خلیل :- آپ پر تو طرح طرح کے واقعات گذرے ہوں گے۔ کسی وقت اطمینان سے بیٹھ کر اپنی داستان سُنائیے گا۔

احمد :- (اُٹھتے ہوئے) خاص واقعات کیا ہوتے۔ کچھ دلچسپ بھی نہ تھے۔ جدّوجہد غلطیاں۔ قسمت کی یاوری۔ شکست۔ بس یہی کچھ ہوتا رہا۔ جیسا خالی ہاتھ گیا تھا ویسا ہی لوٹ آیا۔ پر خاک ڈالو اِس ذکر پر۔ خیال کرو۔ کہ اس دس برس میں یہ پہلا موقع ہے۔ کہ عافیت محسُوس ہوئی۔ اپنے آپ کو دُنیا جہان سے الگ تھلگ۔ اور لوگوں کے واقعات اور رحم پر محسوس نہیں کر رہا۔

آخر کار اطمینان کا سانس لے سکتا ہوں +

(بیوی چائے کی کشتی لاتی ہے -)

بیوی :- دل بھر کر سانس لو - ہم کافی اُونچائی پر رہتے ہیں - ہوا صاف ہے +

احمد :- اِرد گرد کا نظّارہ تو بہت اچھا ہوگا ؟

خلیل :- (تلخی سے) کیوں نہیں - ہر طرف چوباروں سے گھرا ہوا ہے - میرے خیال میں اپنے سفر کے دوران میں آپ کو اس سے بہتر منظر دیکھنے کا اِتفاق نہ ہُوا ہوگا +

احمد :- اِس سے بہتر ؟ یُوں تو مَیں نے حیرت انگیز قُدرتی اور دوسرے شاندار نظّارے دیکھے ہیں - پر جو ٹھوس پن اور گھریلو فضا یہاں نظر آ رہی ہے کہیں دِکھائی نہیں دی + (وقفہ کے بعد) اسے دیکھ کر عافیت کا سا احساس ہوتا ہے +

خلیل :- بڑے قانع واقع ہوئے ہیں !

احمد :- کیوں ؟ جد و جہد اور شور و غل سے الگ تھلگ - مجھے تو ایسا معلوم ہوتا ہے - جیسے یہاں سے کبھی باہر گیا ہی نہ تھا - گویا جو کچھ وہاں گزرا - ایک بھیانک خواب تھا - جسے بھُول جاؤں تو اچھّا ہے +

خلیل :- کبھی صدمہ نہیں ہوتا ؟ - دولت - عیش و عشرت - سب کچھ جو رکھتے تھے اِس کے ہاتھ سے نِکل جانے سے . . .

احمد :- (بات کاٹ کر) جب امیر تھا - اُس وقت بھی یہ معلوم کرنے کا وقت کب مِلتا تھا - کہ میرے پاس کچھ ہے +

خلیل :- آخر خوش تو رہتے ہوں گے نا +

احمد :- کبھی نہیں +

خلیل :- ارے!

احمد :- آج پہلا دن ہے۔ کہ مجھے خوشی حاصل ہوئی ہے۔ یہاں تم لوگوں کے ساتھ +

خلیل :- اب بنا ہے نہیں +

احمد :- تم لوگوں کو اصل میں معلوم ہو چکا ہے۔ کہ زندگی کو منظم کیسے کرتے ہیں۔ تم دونوں کو خوشی حاصل ہے +

خلیل :- لیجئے اور سنیئے +

احمد :- تمہارا یہ ننھا سا گھر دلاویزیوں سے اس لئے بھرا ہوا ہے۔ کہ یہ گھر ہے میں چلا نہ جاتا۔ تو مجھے بھی ایسی ہی خاموش راحت حاصل ہوتی۔ اور میری زندگی بھی اچانک خطروں سے محفوظ رہتی +

خلیل :- ہاں اتنی بات تو ضرور ہے۔ کہ کوئی اچانک بات یہاں نہیں ہونے پاتی +

احمد :- اپنا مہینے کے مہینے برابر تنخواہ مل رہتی ہے۔ روپے کے متعلق کسی قسم کا تردّد نہیں رہتا +

خلیل :- علاوہ ازیں پنشن +

احمد :- (تلخی سے) پنشن! چلا نہ جاتا تو میرا بھی اپنا گھر ہوتا۔ عمر اُجاڑ ہوٹلوں میں نہ کٹتی۔ اپنا گھر ہوتا۔ رنگین اور مہمانوں کا خیر مقدم کرنے والا۔ جیسا گھر یہ ہے + جب امیر تھا۔ اُس وقت بھی بار بار یہ خیال مجھے آتا رہتا تھا۔ کہ کاش ایک ننھا سا گھر میرا اپنا ہوتا +

Taj Tahir Foundation

خلیل :- ویسے تو ہمارے گھر کی حقیقت کیا ہوتی ۔ اتنا ہے کہ ضرورت کی سب چیزیں موجود ہیں۔ ایک کاؤچ اور ڈال لینا چاہتا ہوں ۔ لیکن سچ پوچھیے تو اُس کی کوئی خاص ضرورت تو ہے نہیں ۔ یوں ہی جگہ روکے گا +

احمد :- (بتدریج جذبات کا جوش بڑھتا جاتا ہے) میرے عزیز ۔ یہ عین بین اس قسم کا گھر ہے ۔ جس کی مجھے آرزو رہی ہے + جس شے پر نظر ڈالتا ہوں ۔ اُسے دیکھ کر اُس باہمی اعتماد کا احساس ہوتا ہے ۔ جس نے اس گھر کی ہر شے میں جان سی ڈال رکھی ہے + معلوم ہوتا ہے ۔ ایک قوّت تمہاری زندگیوں کی نگرانی کر رہی ہے ۔ اور تمہیں تمام چھوٹی چھوٹی اُلجھنوں اور روز کے تردّدوں سے بچا رہی ہے ۔ تمہارا گھر مجھ پر یہ ظاہر کرتا ہے کہ تم دونوں میں ایک خاص مقاربت ایسی ہے ۔ جو تاریک زمانہ آنے پر تمہارے لئے ہر چیز کو روشن بنا سکتی ہے + جب تم کام پر سے واپس گھر آتے ہو ۔ تو تمہیں خُوش آمدید کہنے کے لئے ہمیشہ ایک ہستی یہاں موجُود ہوتی ہے ۔ رفاقت کے لئے کوئی موجُود ہو ۔ تو مصیبت بھی مسرّت بن جاتی ہے + یہاں ہمیشہ ایک ایسی ہستی موجود ہوتی ہے ۔ جس پر تم آنکھیں بند کر کے اعتبار کر سکتے ہو + یہ شے ہے ۔ جس کے باعث مجھے تم پر خصُوصیت سے رشک آتا ہے + مَیں تنہا رہا ہوں ۔ تنہا زندگی بسر کرنے کے لئے مَیں کافی مضبوط نہ تھا + نتیجہ یہ ہوا ۔ کہ آخر ختم ہو گیا + اگر کوئی میری رفیقِ زندگی ہوتی ۔ جس پر مَیں بھروسہ کر سکتا ۔ جو میرے ساتھ جدوجہد میں شریک ہو سکتی اور مجھے ہدایت دے سکتی ۔ تو میرا انجام یہ نہ ہوتا جو ہُوا + میری حوصلہ افزائی

نہ ہوتی تھی۔ میرا تمام جوش خروش مُرسا گیا۔ مَیں روز بروز خود پسند اور خُود غرض بنتا چلا گیا۔ مَیں صرف اپنے لیے مشقّت کرتا تھا۔ میری زندگی میں کمی تھی تو عورت کی۔ جو مجھے تسلّی و تشفّی دے سکتی + (بہت متاثر ہو کر) اب مجھے معلُوم ہوا۔ کہ میری زندگی ناکام کیوں رہی + خُوشی میری پہنچ کے اندر تھی۔ مگر مَیں خُود اس سے دُور بھاگا۔ جو میرا انجام ہُوا۔ مَیں اُسی کا مستحق تھا +

(جذبات کے جوش میں بے قابو ہو کر دوسرے کمرے میں چلا جاتا ہے)

[میاں بیوی اس تقریر کے دوران چُپ چاپ اور بے حس و حرکت رہے ہیں۔ اب یک لخت وہ ایک دوسرے کو دیکھتے ہیں]

خلیل :۔ (ہاتھ بیوی کی طرف بڑھا کر) اب کہو بڑی بی ؟۔ (بیوی اپنے کو اُس کے بازوؤں میں ڈال دیتی ہے) سچ سچ تم مجھے کس قدر عزیز ہو۔ دیکھو . . . .

بیوی :۔ (بات کاٹ کر) مجھے پتہ ہے۔ مجھے یقین تھا +

(دروازے کی کُنڈی کھڑکتی ہے)

خلیل :۔ اختر ہو گا۔ کہہ گیا تھا آؤں گا۔ تم ٹھہرو مَیں جا کر دروازہ کھولتا ہوں + (دروازہ کھولنے جاتا ہے۔ باہر سے آواز) آجاؤ۔ (خلیل اختر کو لے کر آتا ہے۔)

اختر :۔ (سرگوشی میں) کیا بات ہے۔ فساد تو نہیں ہو گیا ؟

خلیل :۔ (خُوش ہو کر) فساد کا نام نہ لو۔ طُوفان گذر گیا۔ اب آسمان کُھل چکا ہے +

اختر :۔ خوب ! عرصے سے تمہیں ایسا خُوش خُوش نہ دیکھا تھا ! بات کیا ہوئی ؟

خلیل :۔ کچھ نہیں۔ بس خُوش ہیں۔ کیوں بڑی بی۔ ہیں نا ؟

اختر :- اچھا اچھا سمجھ گیا۔ آپ کے بھائی احمد کی طرف سے خط آیا ہو گا؟

بیوی :- وہ خود واپس آ گئے ہیں +

اختر :- اور قارون ثانی بھی ہیں؟

خلیل :- قحط زدوں سے زیادہ مفلس ہیں۔ برباد ہو چکے۔ تمام دولت افریقہ میں غارت کر ڈالی +

اختر :- اور تم یہ بات ہنس کر کہہ رہے ہو؟

خلیل :- تو کیوں نہ کہوں؟ بات اصل یہ ہے۔ کہ اب مجھے معلوم ہو چکا ہے۔ کہ خوشی کیا شے ہے +

اختر :- سچ مچ؟

خلیل :- عزیز من اختر میاں۔ خوشی کسی شے پر منحصر نہیں ہے۔ خوشی اس بات کے علم میں مضمر ہے۔ کہ بعض اوقات لوگ اپنے سے بھی زیادہ خوش ہو سکتے ہیں +

اختر :- اول ہوں!

(احمد واپس آتا ہے)

خلیل :- میرے بھائی احمد صاحب سے ملاقات کرو۔ یہ میرے دوست اختر میاں ہیں!

احمد :- مزاج شریف!

اختر :- مزاج شریف!

(دونوں مصافحہ کرتے ہیں!) پردہ

دنداں ساز کی کُرسی میں

ایک سنسنی پیدا کرنے والا کھیل

از

انتھونی آرمسٹرانگ

Taj Tahir Foundation

افراد

دنداں ساز

خادم

قاتل

دنداں ساز کا اسسٹنٹ

مقتول

ڈاکٹر

عورت

پولیس مین

Taj Tahir Foundation

دنداں ساز کی کُرسی پر

منظر

[ایک دنداں ساز کا چیر پھاڑ کا کمرہ + دایئں ہاتھ اسٹیج کے اگلے حصّے میں ایک کاؤچ پڑا ہے + اسی ہاتھ پچھلے حصّے میں ایک دروازہ ہے جس میں سے باہر کے ہال کا کچھ حصّہ دکھائی دے رہا ہے + اس سے آگے کونے میں ہاتھ دھونے کی ایک پختہ سلفچی ہے۔ ساتھ ہی تولیہ ٹانگنے کا ایک ڈھانچ ہے۔ دیوار کے درمیان میں ایک کشادہ کھڑکی ہے۔ بائیں ہاتھ دو الماریاں اوزاروں کی ہیں۔ بائیں ہاتھ پچھلی طرف لکھنے پڑھنے کی ایک بڑی میز ہے + اگلے حصّے میں دروازہ جو ایک اندرونی کمرے میں کھلتا ہے + کھڑکی کے اُوپر کے نصف حصّے میں سے باغ کے پیڑ دکھائی دے رہے ہیں۔ نچلے نصف حصّے کے شیشے اندھے ہیں۔ اسٹیج کے درمیان میں دنداں ساز کی کرُسی مع دُوسرے لوازمات کے رکھی ہے + اس کے اُوپر تیز روشنی کا ایک برقی لیمپ ہے۔ کرُسی اس طرح زمین سے جُڑی ہے۔ کہ اس کا رُخ ٹھیک کھڑکی کی جانب ہے +

پردہ اُٹھتا ہے۔ تو دنداں ساز ایک سفید کوٹ پہنے

دائیں ہاتھ کے کھلے دروازے کے پاس دکھائی دیتا ہے]

دنداں ساز :- (آہستہ آہستہ باہر ہال میں جاتے ہوئے) جی - جی - جی ہاں - پیر کے روز تین بجے بیگم صاحبہ - مجھے اُمید نہیں - کہ اس سے پہلے آپ کو کسی قسم کے درد کی شکایت محسوس ہو - (آواز مدھم پڑتی پڑتی غائب ہو جاتی ہے)

[ایک نوجوان شخص کا قاتل کا سا پیلا چہرہ یک لخت کھڑکی کے بالائی نصف حصے میں سے اندر جھانکتا نظر آتا ہے - اُسی وقت دنداں ساز کا اسسٹنٹ بائیں دروازے سے اندر داخل ہوتا ہے - اُسے دیکھتے ہی نوجوان قاتل فی الفور نیچے جھک کر او جھل ہو جاتا ہے -

دنداں ساز کا اسسٹنٹ پلاسٹر کا بنا ہوا مُنہ کا سانچا ایک الماری پر رکھ دیتا ہے - اور پھر بائیں دروازے ہی سے باہر چلا جاتا ہے - وہ جا چُکتا ہے - تو قاتل پھر دکھائی دیتا ہے - وہ کھڑکی کھولنے کی کوشش کر رہا ہے - دائیں ہاتھ ایک دروازہ دَن سے بند ہونے کی آواز آتی ہے -

دائیں ہاتھ کے دروازے سے دنداں ساز کمرے میں داخل ہوتا ہے - لیکن دروازے ہی میں کھڑے ہو کر آواز دیتا ہے]

مَیں اگلا مریض دیکھنے کو تیار ہوں -

(چہرہ کھڑکی میں سے فی الفور غائب ہو جاتا ہے)

ملازم :- (ہال میں آ کر) حضور - اِس وقت تو اب اور کوئی مریض اِنتظار نہیں کر رہا -

دنداں ساز :- (دروازے میں) اچھی بات - کوئی آئے تو مجھے بتا دینا - اور سیدھا

اندر لاکر بٹھا دینا۔

ملازم :- بہت اچھا حضور۔

دنداں ساز پھر کمرے میں داخل ہوتا ہے۔ دروازہ بند کر دیتا ہے الماری کے قریب جاتا ہے۔ وہاں سے پلاسٹر کا سانچہ اُٹھا لیتا ہے اور اس کا معائنہ کرتا ہے۔ اس کے بعد اسٹیج پر سے گذرتا اور بائیں ہاتھ کے دروازے میں چلا جاتا ہے۔ قاتل پل بھر کے لئے پھر کھائی دیتا ہے۔ اس کے بعد کھڑکی کا نچلا حصہ بڑی احتیاط سے اُٹھتا ہے۔ اور قاتل اندر گھس آتا ہے۔ لباس سے نفاست ظاہر ہے، لیکن ٹوپی گول کرکے جیب میں ڈال رکھی ہے۔ اور ہاتھ میں ایک چھوٹا سا مگر بھاری چرمی ہنٹر سنبھال رکھا ہے۔ چہرہ پیلا پڑا ہوا ہے اور تمام انداز ایسے ہیں۔ جن سے مترشح ہے۔ کہ شدید جذبات نے مضطرب کر رکھا ہے۔ بڑی احتیاط سے چاروں طرف کمرے پر نگاہ ڈال کر دیکھتا ہے۔ پہلے ارادہ کرتا ہے۔ کہ کھڑکی میں سے باہر پھاند جائے۔ لیکن پھر ارادہ بدل دیتا ہے۔ اور زیادہ اندر چلا آتا ہے۔ دائیں ہاتھ کے دروازے کی طرف جا رہا ہے۔ کہ اچانک خیال چرمی ہنٹر کا آتا ہے۔ جسے ہاتھ میں لئے ہوئے ہے۔ بہت غور سے اسے دیکھتا ہے۔ ایک اُنگلی سے اس کا سرا متامل انداز میں چھوتا ہے۔ اور کانپ اُٹھتا ہے۔ جلدی سے بڑھ کر اُسے کھڑکی کے باہر پھینکتا اور کھڑکی کی چٹخنی آہستہ سے بند کر لیتا ہے۔ دائیں

ہاتھ کے دروازے کی جانب جانا چاہتا ہے۔ کہ نظر ہاتھوں پر پڑتی ہے جو خون آلود ہیں۔ دبی ہوئی ایک چیخ سی نکل جاتی ہے۔ فوراً سلفچی کی طرف بڑھتا اور جلدی جلدی مگر خاموشی سے ہاتھ دھوتا ہے۔ اپنے کپڑے درست کر کے ٹوپی جیب سے نکالتا ہے۔ تیزی سے باہر دائیں دروازے کا رُخ کرنا چاہتا ہے۔ کہ بائیں ہاتھ کا دروازہ کھلتا ہے۔ اور دنداں ساز داخل ہوتا ہے۔ دنداں ساز کی نظر پڑنے سے پہلے قاتل کو بمشکل اتنا وقت ملتا ہے۔ کہ اپنے حواس مجتمع کرے۔

دنداں ساز:۔ (پل بھر کو حیران سا رہ جاتا ہے) ارے! آداب بجا لاتا ہوں۔ معاف کیجئے گا۔ مجھے علم ہی نہیں تھا۔ کہ آپ کو اندر لا کر بٹھا دیا گیا ہے۔

(قاتل مُنہ ہی مُنہ کچھ کہتا ہے)

جہاں تک میرا حافظہ کام کرتا ہے۔ آپ ان مریضوں میں سے معلوم نہیں ہوتے جو برابر میرے ہی ہاں آتے ہیں۔

قاتل:۔ (پریشانی سے) جی نہیں۔ جی نہیں۔ برابر نہیں۔ (دنداں ساز مُنہ دُوسری طرف کرتا ہے۔ تو اس موقع کو غنیمت سمجھ کر قاتل اپنی ٹوپی جھٹ دائیں ہاتھ کے کاؤچ پر پھینک دیتا ہے۔ نیز اپنے ہاتھوں کو پھر دیکھتا ہے۔ اور اطمینان کا سانس لیتا ہے۔) جی نہیں۔ بلکہ یہ۔ یہ پہلا موقع ہے۔ کہ میں یہاں حاضر ہوا ہوں۔

دنداں ساز:۔ ہاں تو نئے لوگوں سے ملنا میرے لئے موجب مسرت ہوتا ہے۔

ر ہاتھ دھونے کی چلمچی کے پاس جاتا ہے۔ وہاں پل بھر کسی چیز کو دیکھتا معلوم ہوتا ہے۔ ادھر قاتل بے حد فکر مندی سے اُسے تک رہا ہے۔ پھر دنداں ساز ہاتھ دھونے لگتا ہے۔ قاتل ایک سہما ہوا قدم دائیں دروازے کی طرف اُٹھاتا ہے۔ لیکن اُسی وقت دنداں ساز کی گفتگو اُسے جہاں کا تہاں روک دیتی ہے) جی تو قصہ کیا ہے؟

قاتل :۔ (بے ساختہ) میرے ۔ میرے دانت میں درد ہے۔

دنداں ساز:۔ اس کا علاج ابھی کر دیا جائے گا۔

[دنداں ساز ہاتھ خشک کرتا ہوا بائیں طرف جاتا ہے۔ تو قاتل بڑی پھرتی سے آتش دان پر رکھے ہوئے کلاک کی سوئیوں کو تیس منٹ پیچھے یعنی پونے چار سے سوا تین پر کر دیتا ہے۔]

قاتل :۔ (اپنے آپ کو سنبھال کر) درد ایسی شدت سے شروع ہوا کہ جس دنداں ساز کے ہاں ہمیشہ جاتا ہوں۔ اس کے پاس جانے کا انتظار نہ ہو سکا۔ جو دنداں ساز سب سے پہلے نظر آیا۔ اُسی کے ہاں آجانا پڑا۔

دنداں ساز:۔ خوب۔ تو ذرا آپ کا معائنہ کروں۔ (ڈسک کے قریب جاتا اور کتاب کھولتا ہے) ہاں میں نے کہا۔ آپ کا نام اور پتہ؟

قاتل :۔ مسٹر کے۔ مان۔ ۲۵ جہانگیر روڈ۔

دنداں ساز:۔ (لکھتا ہے اور پھر اُٹھ کر قریب آتا ہے)۔ اب بیٹھ جائیے۔ اور مجھے بتائیے کہ آپ کو درد ہے کس جگہ؟

قاتل :۔ لیکن وقت میرے پاس زیادہ نہیں ہے۔ ویسے دقت ہو گا کیا؟

Taj Tahir Foundation

دنداں ساز :- (کلاک پر نظر ڈال کر) سوا تین +

قاتل :- بڑے تردّد سے مخلصی حاصل کر کے، خوب - جب تو مضائقہ نہیں -

یہ وقت میری ضرورت کے عین مطابق ہے - (دنداں ساز کی کرسی پر

بیٹھ جاتا ہے)

دنداں ساز :- ہاں تو ٹھیک ٹھیک بتائیے کہ درد ہے کہاں ؟

قاتل :- دائیں طرف +

دنداں ساز :- (معائنہ کرتے ہوئے) دانت تو ٹھیک معلوم ہوتے ہیں - درد کس طرف

بتایا تھا آپ نے ؟

قاتل :- بائیں طرف +

دنداں ساز :- بائیں طرف - (پھر دیکھتا ہے) کوئی خاص بات تو ہے نہیں + اخّاہ -

ٹھہریئے ذرا - یہ ڈاڑھ بہت بگڑ رہی ہے - (معائنہ) اسے نکال ڈالنا چاہیئے +

قاتل :- بڑی خیریت گذری - بڑی خیریت - کہ آپ کے پاس آ گیا +

دنداں ساز :- مگر کام ٹیڑھا ہے - گیس سونگھ کر نکلوانی مناسب ہو گی - اس کیلئے

جمعہ کی دوپہر ٹھیک رہے گی ؟ - مَیں گیس سونگھانے والے کو بلا رکھوں گا +

قاتل :- (جلدی سے) اتنی دیر ؟ کسی طرح ابھی نہیں نکال سکتے آپ ؟

دنداں ساز :- گیس سونگھا کر ؟ -

قاتل :- جی +

دنداں ساز :- یُوں تو گیس دینے کی سند میرے پاس بھی ہے - مجھے آپ ہی کا

خیال تھا - مَیں دُوسرے کمرے سے اپنے اسسٹنٹ کو بلائے

Taj Tahir Foundation

لیتا ہوں۔ایک اور آدمی کا موجود ہونا ضروری ہے ؛

قاتل :۔ جی ہاں ممکن ہو تو ابھی فارغ کر دیجئے ؛

دنداں ساز :۔ (بائیں دروازے پر جا کر اسسٹنٹ کو بلاتا۔ اور داڑھ نکالنے کی تیاریاں شروع کر دیتا ہے۔ اسسٹنٹ سے) تم ذرا میرے پاس کھڑے رہو۔ میں داڑھ نکالنے کیلئے مریض کو گیس دینا چاہتا ہوں ؛

اسسٹنٹ :۔ بہت اچھا جناب ؛

[تیاریوں میں امداد دیتا ہے۔ دونوں کرسی کے قریب کھڑے ہو جاتے ہیں۔ دندان ساز بائیں ہاتھ۔ اسسٹنٹ دائیں ہاتھ۔ دندان ساز کی نگرانی میں گیس دی جانی شروع ہوتی ہے]

دنداں ساز :۔ اطمینان رکھئے۔ زیادہ وقت صرف نہ ہو گا ؛

[گیس کے اثر سے کانوں میں جیسی ہلکی سی گرج پیدا ہوتی ہے۔ ویسی ہی مدھم گرج کے ساتھ تمام روشنیاں بتدریج دھندلی پڑتی جاتی ہیں۔ یہاں تک کہ اندھیرا چھا جاتا ہے ؛ چند لمحوں تک اندھیرا چھایا رہتا ہے۔ جو گویا بیہوشی کے استغراق کو ظاہر کرتا ہے ؛ پھر یک لخت روشنی ہو جاتی ہے۔ لیکن بمقابلہ پہلے کے مدھم رہتی ہے۔ اس نئی روشنی میں فوق الانسان دہشت کی سی ایک جھلک موجود ہونی چاہیئے ؛ گیس دینے کا آلہ ہٹایا جا چکا ہے۔ دندان ساز اور اسسٹنٹ اسی جگہ کھڑے ہیں۔ جہاں وہ پہلے کھڑے تھے۔ لیکن اب وہ کسی خوفناک عزم پر تلے ہوئے نظر آتے ہیں۔ ان سے ایک کینہ ورادراک ہویدا ہے]

دنداں ساز :۔ اطمینان رکھیئے۔ زیادہ وقت صرف نہ ہوگا +

قاتل :۔ (یکایک اُٹھ کر) میں انتظار نہیں کر سکتا۔ میرا جانا ضروری ہے۔ میرا یہاں سے غائب ہوجانا ضروری ہے +

دنداں ساز :۔ (معنی خیز انداز سے دانت نکال کر) میں جانتا ہوں۔ تم یہاں سے کیوں جانا چاہتے ہو؟۔

اسسٹنٹ :۔ (اسی طرح دانت نکال کر) اور میں بھی +

قاتل :۔ (بگڑ کر) کیوں ؟

دنداں ساز :۔ اپنے ہاتھوں کو دیکھو +

قاتل :۔ (ہاتھوں کو دیکھتا ہے۔ وہ سُرخ ہیں چیخ اُٹھتا ہے) لہو !

اسسٹنٹ :۔ کشتے کا لہو !

دنداں ساز :۔ خون بہانا بہت آسان ہے۔ اتنا ہی آسان جتنا آسان دانت نکالنا ہے +

اسسٹنٹ :۔ دانت پھر لگا دینا ناممکن ہے۔ اور کشتے کو بھی زندہ کر دینا ناممکن ہے +

دنداں ساز :۔ تم نے جو کیا وہ ہمیشہ کے لئے کیا۔ وہ اٹل ہے +

قاتل :۔ (کرسی سے سٹپٹا کر اُٹھتے ہوئے) لہو! اور میں نے اُسے دھو کر صاف کر ڈالا تھا۔ دھو کر صاف کر ڈالا تھا۔ (سلفچی کی طرف دوڑتا ہے)

دنداں ساز :۔ بے سود ہے۔ تم اسے کبھی محو نہ کر سکو گے +

اسسٹنٹ :۔ قاتل کے ہاتھ ہمیشہ لال رہتے ہیں +

Taj Tahir Foundation

قاتل :- (ہاتھ صاف کر کے واپس آتا ہے) یہ دیکھو! (خوش ہے)

دنداں ساز :- اٹل ہے۔

قاتل :- اٹل ضرور ہے۔ مگر مَیں خوش ہوں۔ کہ آخر کار مجھے اُس سے نجات مل گئی۔ ہم آزاد ہیں۔ مَیں بھی اور میری محبوبہ بھی۔ اپنی زندگی خود بسر کرنے کیلئے آزاد +

دنداں ساز :- ہمیں قتل کا حال سُناؤ!

قاتل :- (عیاری سے) کیسا قتل؟ مَیں نے کوئی قتل نہیں کیا؟۔

دنداں ساز :- اب ہنو مت۔ اس ساتھ کے گھر میں + تم سمجھتے تھے مجھے معلوم نہ تھا؟ (دانت نکال دیتا ہے) ہم جانتے ہیں +

اسسٹنٹ :- جناب۔ ہم جانتے تھے +

قاتل :- مَیں قسم کھاتا ہوں۔ میری نیت اُس کا خون بہانے کی نہ تھی۔ مَیں غصے کے مارے بے قابو ہو گیا۔ مَیں ——————

دنداں ساز :- بے شک بے شک۔ ایسی باتیں ہو جاتی ہیں۔ اور پھر اُن کی قیمت ادا کرنے کے سوا چارہ نہیں ہوتا +

قاتل :- وہ اس سے درندوں کا سا سلوک کرتا تھا۔ ہمیشہ سے کرتا تھا۔ اور مَیں اور وہ ایک دوسرے کو چاہتے تھے +

دنداں ساز :- بے شک بے شک۔ ایسی باتیں ہو جاتی ہیں +

اسسٹنٹ :- ہمیں اس کا حال سُناؤ +

دنداں ساز :- ہاں ہمیں اس کا حال سُناؤ۔ تمہیں حال کسی نہ کسی کو ضرور سنانا ہو گا +

Taj Tahir Foundation

قاتل :- وہ اور مَیں ایک دُوسرے کو چاہتے تھے + اُسے پتہ لگ گیا + مَیں اس کے پاس اس خیال سے گیا۔ کہ کھُلی کھُلی باتیں کر لوں۔ وہ طعن و تشنیع سے کام لیتا رہا۔ اپنی بیوی کے متعلق طرح طرح کی باتیں کہتا رہا۔ ہم پر قہقہے لگاتا رہا۔ قسمیں کھاتا رہا۔ کہ کبھی اُسے طلاق نہ دوں گا۔ کبھی نہیں۔ مجھ سے کہنے لگا کہ تم دونوں کو ایک دُوسرے کے لئے تڑپتا دیکھوں گا۔ تو میرے دل میں ٹھنڈک پڑے گی۔ پھر بولا اس بات کا خاص خیال رکھوں گا۔ کہ یہ میرے مرنے سے پہلے مَر جائے۔ تاکہ تُو اِسے حاصل نہ کرنے پائے + اس کے متعلق ایسے طور سے باتیں کرتا رہا۔ جس سے ۔۔۔ بس مجھے ہر طرف خُون ہی خُون نظر آنے لگا۔ مَیں نے اسے ایک رسید کی۔ جس سے وہ ڈھیر ہو گیا + پل بھر کو مجھے افسوس ہُوا۔ مگر وہ زمین پر پڑا ہوا مجھ پر ہنسنے لگا + مَیں نے میز پر سے چرمی چابک اُٹھا لیا۔ اُس سے اُسے مارتا رہا۔ مارتا رہا۔ یہاں تک کہ اُس کی ہنسی مِٹ گئی۔ یہاں تک کہ وہ مر گیا۔ (یکایک بیتاب ہو کر) مَیں نے کیا کیا؟ مَیں نے کیوں تم کو بتا دِیا؟۔

دنداں ساز :- ہمیں نہ بتاتے تو کسی اور کو بتاتے۔ تم کُشتے کا خُون چھُپا نہیں سکتے +

قاتل :- جی نہیں۔ چھپا سکتا ہوں۔ مَیں اسے چھپاؤں گا + سُنو۔ مجھے وہاں جاتے ہوئے کسی نے نہ دیکھا تھا۔ نہ ہماری لڑائی کا حال کسی کو معلوم ہے۔ نہ اُس کی بیوی سے میری محبت کا + چرمی چابک اُس کا اپنا تھا + کسی نے مجھے باہر نکلتے نہیں دیکھا۔ (بے قراری سے کلاک کو دیکھتا ہے) علاوہ ازیں میرے پاس ایک پختہ۔ جی ایک پختہ شہادت ہے۔ مَیں محفوظ ہوں۔ اور اسے

Taj Tahir Foundation

ٹھکانے لگا چکا ہوں +

دنداں ساز :- (بھوتوں کی طرح دانت نکال کر) نہیں تم محفوظ نہیں ہو۔ یہ تو فقط پہلا مرحلہ ہے +

[یک لخت دھڑاکے سے کھڑکی کھُل جاتی ہے۔ اور ایک بھاری شخص ۔۔۔ مقتول جس کے چہرے پر سنگدلی ہے۔ اندر پھاند پڑتا ہے۔ اُس کا سَر اور چہرہ خُون آلود ہے۔ اور اُس کے ہاتھ میں چرمی ہنٹر ہے]

قاتل :- (خوف سے سمٹ کر) چلا جا! چلا جا!

مقتول :- چلا جاؤں؟ مَیں اِس لئے آیا ہوں۔ کہ تیرے ساتھ رہوں۔ (چابک اُسے دیتا ہے) یہ چھڑی شاید تیری ہے +

قاتل :- یہ میری نہیں ہے۔ (چھین کر کھڑکی سے باہر پھینک دیتا ہے) مَیں نے اسے کبھی دیکھا تک نہیں۔ چھُوا تک نہیں +

مقتول :- اپنے ہاتھ دیکھ +

[قاتل اپنے ہاتھ دیکھتا ہے۔ وہ پھر لال ہیں۔ سلفچی کی طرف بھاگتا ہے]

دنداں ساز :- (دانت نِکال کر) بے سُود ہے +

اسسٹنٹ :- ہمیشہ لال! ہمیشہ لال!

قاتل :- (واپس آ کر) صاف ہو گئے۔ بالکل صاف!

مقتول :- پر مَیں نہیں گیا۔ مَیں یہیں ہوں +

Taj Tahir Foundation

قاتل :- (اُس کے قریب جاکر) لیکن میں تمہارا خون کر چکا ہوں۔ تم مر چکے ہو۔ اب تم میرے راستے میں کسی طرح حائل نہیں ہو سکتے۔ کسی طرح نہیں +

[دنداں ساز اور اسسٹنٹ ہنستے ہیں +]

مقتول :- (بھی ہنستا ہے) ارے پگلے! اب سے مَیں ہمیشہ تیرے راستے میں حائل رہوں گا۔ ہمیشہ تیرے ساتھ رہوں گا۔ کلبوں میں تیرا پیچھا کروں گا۔ میز پر تیرے ساتھ بیٹھوں گا۔ رات کو تیرے پہلو میں سوؤں گا۔ اندھیرے میں + تُو سمجھتا ہے۔ تُو نے بڑی عیّاری سے کام لیا؟ تُو سمجھتا ہے۔ تُو کبھی پکڑا نہ جا سکے گا؟ تُو سمجھتا ہے۔ تُو اُس کو حاصل کرنے کے لئے آزاد ہو گیا ہے۔ جس کی خاطر تُو نے یہ خون کیا؟ جب تُو اُس کے پہلو میں لیٹے گا مَیں بھی وہیں ہوں گا۔ ہاں اُسی اندھیرے میں +

قاتل :- (جو اُوپر کی تقریر کے دوران میں پیچھے ہٹ گیا ہے۔ یک لخت جوش سے) جی نہیں تم یہ کچھ بھی نہ کرو گے۔ مَیں تم کو مار ڈالوں گا +

دنداں ساز :- (دانت نکال کر) اب اسے کیا مارو گے۔ یہ پہلے ہی مر چکا ہے +

اسسٹنٹ :- تم اب اس کی جان کیونکر لو گے؟

قاتل :- یہ مرا نہیں۔ یہ واپس آ گیا ہے۔ کہ ہم دونوں کو محبّت کرنے سے باز رکھے +

دنداں ساز :- ہر ڈاکٹر یہ کہہ دے گا۔ کہ یہ مر چکا ہے +

ڈاکٹر :- (ٹوپ ہیٹ اور مارننگ کوٹ پہنے اور ہاتھ میں ایک چھوٹا بیگ اُٹھائے یک لخت بائیں دروازے میں ظاہر ہوتا ہے) جناب۔ مَیں ڈاکٹر ہوں۔ آپ کو میری خدمات کی ضرورت ہے (مقتول کے پاس جانا اور اُس کی نبض

محسوس کرتا اور اُس کے سر پر نظر ڈالتا ہے) جی ہاں یہ شخص مر چکا ہے۔
(قاتل سے) تم نے اس کا خون کیا۔ (دفعتاً) تم جانو یہ جانے۔ (بائیں دروازے سے نکل جاتا ہے)

مقتول :۔ سن لیا؟ پہلی بار میرا خون بہا کر مجھ سے جیسے پیچھا چھڑایا۔ ویسا ہی دوسری بار خون بہا کر چھپڑا اُڑ گئے +

قاتل :۔ پر میں جو کچھ چاہتا ہوں۔ لے کر رہوں گا۔ احتیاط سے کام لیا۔ تو کسی کو پتہ نہ لگنے پائے گا + میں بھی زندہ ہوں۔ اور وہ بھی زندہ ہے +

دنداں ساز :۔ وہ بھی زندہ ہے۔ پر ــــــ

قاتل :۔ پر کیا؟

[دنداں ساز کھڑکی کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ سب آہستہ سے مڑ کر اس طرف دیکھتے ہیں۔ (ذرا سا وقفہ) پھر یک لخت ایک عورت نمودار ہوتی ہے۔ کھڑکی کے باہر کھڑی ہے۔ جوان اور خوبصورت ہے۔ پر کپڑے کالے پہن رکھے ہیں۔]

عورت :۔ (قاتل سے) تم نے خون کیوں کیا؟ تم نے خون کیوں کیا؟

قاتل :۔ میں نے خون تیرے لئے کیا۔ اب وہ مر چکا ہے +

عورت :۔ ہاں مجھے پتہ ہے۔ وہ مر چکا۔ اور میں خوش ہوں۔ پر خوشی کو پانے کا یہ راستہ نہیں۔ میرے لئے بھی نہیں۔ تمہارے لئے تو قطعی نہیں +

قاتل :۔ پر اب ہم آزاد ہیں۔ دونوں کے دونوں۔ آخر کار ایک دنیا ہماری نظروں کے سامنے ہے +

Taj Tahir Foundation

عورت :- پر ہم آزاد نہیں ۔ ہم کبھی آزاد نہیں ہوں گے ۔ وہ ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے گا +

[مقتول آہستہ آہستہ مگر اعتماد سے چل کر قاتل کے پاس جاتا ۔ اور اُس کا بازو پکڑ لیتا ہے]

ہاں سوتے اور جاگتے ساتھ رہے گا ۔ ہمارے ساتھ رہے گا ۔ اور تمہارے ہاتھ لال ہیں + (عورت کھڑکی کے باہر غائب ہو جاتی ہے)

قاتل :- (چیخ مار کر) پھر لہو! پھر!

[دوڑ کر سلیفچی کے پاس جاتا ہے ۔ مقتول ساتھ ساتھ ہے +]

دنداں ساز :- (دانت نکال کر) کہتا جو ہوں بے سُود ہے +

اسسٹنٹ :- (دانت نکال کر) یہ ہمیشہ لال رہیں گے +

مقتول :- اور تمہاری باقی زندگی میں مَیں ساتھ ساتھ ہوں گا +

قاتل :- تم نہیں ہو گے ۔ تم نہیں ہو گے ۔ (چہرہ دونوں ہاتھوں سے چھپا لیتا ہے ۔ پھر دفعتاً سر اُٹھاتا ہے) پتہ لگ گیا مَیں کیا کروں (ہنستا ہے) ہا! ہا! (فوری تسکین) مَیں اقبال کروں گا ۔ اقبال کر لینا ضروری ہے ۔ لازمی ہے ۔ کہ مَیں پھانسی پا جاؤں ۔ اور یہ قصّہ ختم کر ڈالوں + پولیس کہاں ہے ؟

پولیس مین :- (دفعتاً دائیں دروازے سے داخل ہو کر) آپ کو پولیس کی ضرورت ہے ؟ (سب کو دیکھتا ہے) اچھا ۔ قتل کی واردات ہے ؟ خُوب! (چرمی چابک نکالتا ہے) واردات اس کے ذریعے ہوئی ۔ کیوں ؟

قاتل :- (اس کی طرف بڑھتا ہے ۔ مقتول ساتھ ساتھ ہے) ہاں ۔ مَیں نے اس کا

Taj Tahir Foundation

خُون بہایا۔ مَیں نے اس چابک سے اس پر حملہ کیا +

پولیس مین :۔ تو یہ رہا وہ چابک + (دینا چاہتا ہے)

قاتل :۔ مَیں اسے ہاتھ نہ لگاؤں گا + (اپنے ہاتھوں کو دیکھتا ہے)

(پولیس مین چابک مقتول کو دے دیتا ہے)

مقتول :۔ یہ میرا ہے۔ مَیں لئے لیتا ہوں۔ ہمیشہ کے لئے +

قاتل :۔ (پولیس مین سے) مَیں نے اِس کا خُون کیا ہے۔ مجھے پھانسی ملنی چاہیئے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ مجھے لے چلو +

مقتول :۔ تمہیں لے چلوں ؟

قاتل :۔ ہاں مجھے لے چلو۔ اس سے دُور لے چلو +

پولیس مین :۔ یہ کیونکر ہو سکتا ہے ؟

زنداں ساز :۔ یہ کیونکر ہو سکتا ہے ؟

اسسٹنٹ :۔ یہ کیونکر ہو سکتا ہے ؟

مقتول :۔ یہ کیونکر ہو سکتا ہے ؟

قاتل :۔ پر مَیں خود اپنے آپ کو پکڑوا رہا ہوں۔ اتنی بات نہیں سمجھ سکتے ؟

پولیس مین :۔ اس طرح تم اس سے نہیں بچ سکتے۔ یہ اب مر چکا۔ پھانسی پا کر تم اپنا حساب زندوں سے چکا سکتے ہو۔ مُردوں سے نہیں چکا سکتے +

قاتل :۔ لیکن جب مجھے پھانسی مل گئی۔ جب مَیں بھی مر گیا ؟

پولیس مین :۔ تو اس کے بعد بھی تمہیں مُردے سے حساب چکانا باقی رہے گا۔ پھانسی تمہیں بے شک مل رہے گی۔ (دائیں دروازے کی طرف جاتا ہے) لیکن

یہ تمہارے ساتھ جائے گا۔ یہ تمہارے ساتھ پھانسی کے تختے پر جائے گا۔ بلکہ اس سے آگے۔ (دائیں دروازے سے جاتا ہے)

قاتل :۔ (پیچھے ہٹتا ہٹتا دندان ساز کی کرسی پر بیٹھ جاتا ہے) مَیں نے کیا کر ڈالا؟ مَیں نے کیا کر ڈالا؟ پھانسی کے تختے پر بھی!

دنداں ساز :۔ بلکہ اس سے بھی آگے۔

اسسٹنٹ :۔ بلکہ اس سے بھی آگے۔

مقتول :۔ (چابک تھام کر یوں کھڑا ہو جاتا ہے۔ کہ پُشت کھڑکی کی طرف ہے۔ اور مُنہ قاتل کی طرف۔ جو بیٹھا ہوا ہے) ہاں۔ اور اس سے آگے۔ جہنّم میں۔

دنداں ساز :۔ (ایک چمٹی زور سے الماری پر رکھ کر) جہنّم!

[روشنیاں یک لخت گُل ہو جاتی ہیں۔ اور پہلے کی طرح آہستہ آہستہ ظاہر ہونی شروع ہوتی اور اپنی اصلی اور ٹھیک حد تک پہنچکر رُک جاتی ہیں۔ مقتول جا چکا ہے۔ اور کھڑکی بند ہے۔ منظر کی کیفیّت وہی ہے۔ جیسی آغاز میں تھی۔ فرق ہے تو اتنا کہ اسسٹنٹ پانی کا گلاس ہاتھ میں لئے کھڑا ہے۔ اور دنداں ساز اوزار الماری میں رکھ رہا ہے]

دنداں ساز :۔ (کوئی اوزار ہاتھ سے چھوٹ کر گرتا ہے) جہنّم میں جا!

قاتل :۔ (یک لخت چونک کر) جہنّم! نہیں۔ نہیں۔ یہ جھوٹ ہے۔

دنداں ساز :۔ ارے! ہوش میں آگئے آپ؟

(قاتل سر ہاتھوں میں تھام لیتا ہے)

آخر اُن حضرت سے نجات مل گئی۔ جنہوں نے آپ کو پریشان کر رکھا تھا؟

قاتل :۔ (سر اُٹھا کر) نہیں نہیں کبھی نجات نہیں مل سکتی +

دنداں ساز :۔ (تسکین بخش طور سے) اب تو سب کچھ ہو چکا کچھ عرصہ جگہ دُکھتی رہے گی۔ لیکن آخر دُکھن ختم ہو جائے گی۔ نکالنے میں مجھے تھوڑی سی پریشانی کا سامنا ہوا۔ بڑا اچھا کیا۔ کہ گیس استعمال کر لی +

قاتل :۔ (اچانک ہاتھوں کو دیکھ کر اُن پر خون ہے) لہو! میرے ہاتھوں پر لہو ہے+

دنداں ساز :۔ لہو نکلے بغیر اس قسم کی ڈاڑھ کیونکر نکالی جا سکتی تھی۔ سلفچی وہاں ہے +

(قاتل جلدی سے سلفچی کی طرف جاتا ہے)

بے سُود ہے! (قاتل چونکتا ہے) ایسی ڈاڑھ کو گیس کے بغیر نکالنے کی کوشش کرنا بے سُود ہوتا ہے + تو معاوضہ اس کا بیس ۲۰ روپے ہُوا +

(قاتل روپیہ ادا کرتا ہے +)

قاتل :۔ (مُنہ ہی مُنہ میں) صاف ہاتھ۔ ہاں۔ پر پاک کبھی نہ ہو سکیں گے +

ملازم :۔ (اچانک دائیں دروازے میں آ کر) کرنل صاحب آئے ہیں۔ یہ وقت اُنہیں دے رکھا تھا +

دنداں ساز :۔ اچھی بات منٹ بھر میں بُلاتا ہوں +

(ملازم باہر جاتا ہے۔ قاتل کلاک کو دیکھتا ہے اور پھرتی سے دروازے کی طرف بڑھتا ہے۔ دنداں ساز اس کے ساتھ دروازے تک جاتا اور اُس کی ٹوپی اُسے دیتا ہے + اسسٹنٹ بائیں دروازے سے نکل جاتا ہے)

تو میرے خیال میں اب آپ آرام ہیں رہیں گے۔ ان حضرت سے آئندہ
تکلیف پہنچنے کا کوئی امکان نہیں رہا +

قاتل :۔ (جانے کی نیت کرتا ہے۔ مگر پھر لوٹ آتا ہے) مجھ سے نہیں ہوسکتا۔ مجھ سے
نہیں ہو سکتا۔ بتائے بغیر چارہ نہیں۔ چارہ نہیں +

دنداں ساز :۔ کیوں؟ کیا تکلیف ہے؟

قاتل :۔ (بے بس ہو کر) مَیں نے ابھی ایک شخص کا خُون کیا ہے +

دنداں ساز :۔ (حیرت سے) کیا کیا ہے آپ نے؟

قاتل :۔ ایک شخص کا خُون کیا ہے۔ ساتھ کے گھر میں + سمجھتا تھا۔ جُرم کر کے نکل
جاؤں گا۔ مگر مجھے جرأت نہیں پڑتی۔ مَیں قاتل ہوں۔ میرے لیے اس کی
قیمت ادا کرنی لازمی ہے +

دنداں ساز :۔ (اس کی پیٹھ تھپک کر) ٹھیک۔ ٹھیک!

قاتل :۔ مجھے گرفتار کرا دو۔ پولیس کو بلوا لو!

دنداں ساز :۔ ٹھیک ہے۔ (دایاں دروازہ اُس کے لئے کھولتا ہے) گیس کے اثر
سے ابھی ابھی آپ نے کوئی ڈراؤنا خواب دیکھ لیا ہے۔ تقریباً سب دیکھتے
ہیں۔ (اسے باہر کر دیتا ہے) آداب عرض!

[قاتل مایوس ہو کر باہر جا رہا ہے کہ ——]

پردہ

بوکس اور کوکس

ایک نقل

از

جے۔ ایم۔ مورٹن

Taj Tahir Foundation

افراد

جوَن بوکس	چھاپے خانے کا ملازم
جیمز کوکس	ٹوپیوں کی دُکان میں ملازم
مِسز بونسر	مالکہ مکان

Taj Tahir Foundation

بوکس اور کوکس

منظر

ایک کمرہ جس میں پُرانی وضع کا ایک پلنگ ہے۔ درازوں والی ایک الماری ہے۔ علاوہ ازیں ایک میز۔ چند کرسیاں۔ اور انگیٹھی پر آرائش کی چند اشیا + کمرے کے دو دروازے ساتھ کی کوٹھیوں کو جاتے ہیں کوکس سوائے کوٹ کے باقی لباس پہنے ہوئے ہے۔ آئینہ ہاتھ میں لئے اپنا چہرہ دیکھ رہا ہے۔

کوکس :۔ جی میں آتا ہے۔ قسم کھاوں۔ کہ اب ساری عمر بال نہ کٹواؤں گا۔ (بال بہت چھوٹے ہیں) یعنی پاجی نے سر کو کدو بنا کر چھوڑ دیا۔ حالانکہ بار بار تاکید کی تھی۔ کہ بال ذرا ذرا سے اور صرف پچھلے کاٹنا۔ گدھا کہیں کا۔ پچھلے کو نچلے سمجھ بیٹھا + چلو جو ہوا سو ہوا۔ صبح صبح راستے میں ملتا کون ہے۔ افوہ! آٹھ بج گئے۔ وقت تو ذرا بھی نہیں رہا۔ اس تقدیر کی ایسی تیسی۔ ایسے ٹوپی والے کی نوکری ملی ہے جس کے لئے گھڑی تصویرِ جاناں سے کم نہیں + قسمت ہماری!

(دروازے پر دستک)

گھس آؤ!

(مسز بونسر آتی ہے)

مسز بونسر :- گڈ مارننگ مسٹر گوکس ! کہیئے - رات آرام سے سوئے ؟

گوکس :- جی نہیں - مطلق نہیں - آپ کا بے حد کرم ہوگا - اگر آپ از راہ نوازش مجھے کوئی ڈبل ڈھوس تکیہ بہم پہنچا دیں - فی الحال جو تکیہ میرے پاس ہے - اس میں تولہ بھر روئی اِس طرف ہے تولہ بھر اُس طرف - اور بیچ میں اللہ اللہ خیر سلّا !

مسز بونسر :- کیوں نہیں مسٹر گوکس - سر آنکھوں سے +

گوکس :- نوازش - تو ذرا یہ آئینہ تھامو - کہ مَیں ٹائی باندھ لوں +

مسز بونسر :- ضرور +

(مسز بونسر آئینہ تھامتی ہے - گوکس ٹائی باندھتا ہے)

اخاہ آج حجامت کرائی ہے آپ نے ؟

گوکس :- حجامت ! یوں کیوں نہیں کہتیں - جھاڑو پھروائی ہے + جناب کی بے حد نوازش کہ یہ تذکرہ چھیڑنے کی ضرورت محسوس کی - لیکن میرا حُلیہ جیسا واہیات بنا ہوا ہے - آپ کے بتائے بغیر بھی مجھے اچھی طرح معلوم ہے + (کوٹ پہنتا ہے) باقی رہی ٹوپی - (ٹوپی پہنتا ہے تو وہ آنکھوں تک آجاتی ہے) ملاحظہ فرمائی حجامت کی کرامت ! یعنی پہلے یہ ٹوپی پھنس کر آیا کرتی تھی + بھلا ہوا کہ دو تین اَور بھی ہیں - (جا کر مختلف وضع کی ٹوپیاں لاتا اور اُنہیں باری باری پہنتا ہے - سب کی سب بڑی ہیں) واہ صاحب واہ ! بہر حال بمقابلہ دُوسروں کے یہ کسی قدر کم جھُولتی ہے + (ٹوپی پہن لیتا ہے) لیجئے ہم چل دیئے + ہاں مَیں نے کہا مسز بونسر آپ کی توجہ ایک خاص امر کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں - جو کچھ عرصہ سے متواتر میرے مشاہدے میں آرہا ہے -

Taj Tahir Foundation

اور وہ یہ ہے کہ میرے کوئلے جیسے کسی جادو سے بڑی جلدی ختم ہو جاتے ہیں!

مسز بونسر:- اے ہے مسٹر کوکس! ایسا بھلا کیونکر ہو سکتا ہے!

کوکس :- مسز بونسر یہ حال صرف کوئلوں ہی کا نہیں۔ بلکہ کچھ عرصہ سے دیکھ رہا ہوں کہ میری موم بتیاں۔ لکڑی۔ چینی۔ دیا سلائیاں ہر شے کے غائب ہونے کی رفتار ترقی کرتی جا رہی ہے +

مسز بونسر:- توبہ توبہ مسٹر کوکس۔ خدا نہ کرے کہ آپ کو مجھ پر شبہ ہو +

کوکس :- مسز بونسر میں نے یہ نہیں کہا۔ کہ مجھے آپ پر شبہ ہے + لیکن میں یہ بھی آپ پہ بخوبی واضح کر دینا چاہتا ہوں۔ کہ میری دانست میں اس حرکت سے بلی کا قطعی کوئی تعلق نہیں +

مسز بونسر:- اب کوئی اور بات تو نہیں جس کی شکایت کرنی رہ گئی ہو!

کوکس :- شکایت! مسز بونسر آپ کے پاس ایک عدد وہ شے ہے۔ جسے لغت کے نام سے یاد کیا جاتا ہے؟

مسز بونسر:- جی نہیں +

کوکس :- تو میں آپ کو مستعار دوں گا۔ اس میں اگر آپ نے "ش" کی تختی میں جستجو فرمائی۔ تو آپ کو لفظ "شکایت" ملے گا۔ اور اس کے سامنے لکھا ہو گا۔ بلا کسی وجہ کے شکوہ کرنا + لیکن مسز بونسر میرا معاملہ اس نوع کا ہرگز واقع نہیں ہوا + اور اب کہ یہ بات چھڑ ہی گئی ہے۔ میں یہ بھی پوچھ ڈالوں۔ کہ اس کی کیا وجہ کہ میرا کمرہ اکثر و بیشتر دھوئیں سے بھرا ہوا ہوتا ہے؟

مسز بونسر:- میرے خیال میں چمنی ——————

کوکس :- چمنی تمباکو نہیں پیتی۔ میں تمباکو کے دھوئیں کا ذکر کر رہا ہوں۔ مسز بونسر آپ چرٹ وغیرہ سے شغل فرمانے کی عادی تو نہیں ہیں؟

مسز بونسر:- میں کیوں ہوتی مسٹر کوکس +

کوکس :- نہ پائپ سے کسی نوع کی دلچسپی رکھتی ہیں؟

مسز بونسر:- کیسی باتیں کرتے ہیں مسٹر کوکس +

کوکس :- تو پھر اس کی کیا وجہ ــــ

مسز بونسر:- (سٹپٹا کر) وہ ــ میرے خیال میں ــ جی ــ وجہ اس کی ــ

کوکس :- فی الحال میری رائے بھی بالکل یہی ہے۔ کیونکہ آپ کے بیان کے متعلق میں کوئی دُور دراز کا گمان کرنے سے بھی قاصر ہوں +

مسز بونسر:- اصل میں جو صاحب اوپر کی منزل میں رہتے ہیں۔ وہ ہر گھڑی پائپ مُنہ میں رکھتے ہیں۔ اور ٹانگیں آتش دان پر رکھے بیٹھے رہتے ہیں +

کوکس :- ٹانگیں آتش دان پر! مسز بونسر میرے خیال میں یا تو آپ بہت دُور کی کوڑی لا رہی ہیں اور پھر یا اُن حضرت کی ٹانگیں بہت دُور رس واقع ہوئی ہیں + جہاں تک میں سمجھتا ہوں۔ آپ کی مراد آتش دان کے جنگلے سے ہے؟

مسز بونسر:- دونوں ہی سے ہے۔ بس گھنٹوں بیٹھے رہتے ہیں۔ اور جب دیکھئے دھوئیں کے بادل آتش دان میں چھوڑتے رہتے ہیں +

کوکس :- خُوب! تو گویا آپ یہ فرمانا چاہتی ہیں۔ کہ ان حضرت کا دھواں دوسرے ہر قسم کے دُھوؤں کی مثال سے سبق حاصل کر کے چمنی میں اُوپر جانے کی بجائے یہ مناسب سمجھتا ہے۔ کہ نچلی طرف آ کر اپنی جدّت پسندی کا ثبوت مہیا کرے؟

Taj Tahir Foundation

مسز بونسر:۔ اب ....

کوکس :۔ اور جن صاحب کا آپ ذکر فرما رہی ہیں۔ یہ وہی نہیں۔ جن سے ہر روز سیڑھیوں پر میری مڈبھیڑ ہوتی ہے؟ مَیں جب نیچے جا رہا ہوتا ہوں۔ تو وہ اُوپر آ رہے ہوتے ہیں۔ اور مَیں جب اُوپر آ رہا ہوتا ہوں۔ تو وہ نیچے جا رہے ہوتے ہیں +

مسز بونسر:۔ اصل میں ــــ جی ــــ وہ

کوکس :۔ جہاں تک اُن کی ظاہری خصوصیات کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ مَیں بلا تکلف اس نتیجہ پر پہنچ چکا ہوں۔ کہ یہ حضرت کسی چھاپے خانے سے تعلق رکھتے ہیں +

مسز بونسر:۔ جی ہاں اور بہت ہی معقول نوجوان واقع ہوئے ہیں +

کوکس :۔ خیر ــ تو گڈ مارننگ مسز بونسر!

مسز بونسر:۔ تو آپ اپنے روز ہی وقت واپس آئیں گے نا؟

کوکس :۔ ہاں۔ نو بجے + آئندہ میرے لیئے آگ جلانے کی زحمت آپ گوارا نہ فرمایئے گا۔ مَیں خود جلاؤں گا + اور وہ تکیہ نہ بھول جایئے گا + اور مَیں نے کہا مسز بونسر! ایک پیسے کا دُودھ منگوا لینا۔ اور احتیاط سے کسی ایسی جگہ رکھ چھوڑنا۔ کہ ہلنے جلنے نہ پائے۔ مَیں چاہتا ہوں اس پر بالائی خُوب آ جائے۔ (جاتا ہے)

مسز بونسر:۔ شکر ہے کہ گیا + مَیں تو اس خوف سے ادھ موئی ہوئی جا رہی تھی۔ کہ کہیں مسٹر کوکس کے جانے سے پہلے مسٹر بوکس آ دھمکے تو کیا ہوگا! خُوش قسمتی سے دونوں کی ٹکر اب تک نہیں ہوئی۔ اور اللہ نے چاہا تو نہ کبھی ہو گی + ہو بھی

کیونکہ ؟ مسٹر بوکس رات بھر اخبار کے دفتر میں کام کرتے ہیں۔ اور صبح ہونے سے
پہلے کبھی گھر نہیں لوٹتے۔ اور مسٹر کوکس دن بھر ٹوپیاں بنانے میں مصروف
رہتے ہیں۔ اور رات پڑنے سے پہلے کبھی گھر کا رُخ نہیں کرتے۔ چنانچہ
دونوں کرایہ داروں کو پتہ لگے بغیر مجھے اپنے کمرے کا کرایہ دُگنا مِل رہتا ہے +
ایسی ترکیب سُوجھی ہے۔ کہ کیا کسی کو سُوجھی ہو گی۔ پر اب ضائع کرنے کو ایک
پَل نہیں۔ سب سے پہلے تو مسٹر کوکس کی چیزیں مسٹر بوکس کی نظروں سے
اوجھل کردوں۔ (کوکس کی تینوں ٹوپیاں۔ ڈریسنگ گون اور سلیپر لے جا کر
دائیں ہاتھ کی کوٹھی میں رکھتی ہے۔ اور اُس کا دروازہ بند کر دیتی ہے) اب
کُنجی وہاں رکھ دوں جہاں سے مسٹر کوکس روزانہ اُٹھاتے ہیں + (کُنجی دروازے
کی کارنس پر رکھ دیتی ہے) سچ مچ مسٹر بوکس سے صاف صاف کہہ دینا
چاہیئے۔ کہ تمباکو اتنا نہ پیا کریں + مسٹر کوکس نے اس کا ذکر چھیڑا۔ تو میں ایسی
سٹپٹا گئی تھی۔ کہ سمجھ میں نہ آتا تھا کیا جواب دوں + تو اب بستر بچھا دوں۔ یاد یہ
رکھنا ہوتا ہے۔ کہ جدھر مسٹر کوکس کا سر ہانہ ہے۔ اُدھر مسٹر بوکس کی پائنتی ہوتی
ہے + خیال اپنا اپنا پسند اپنی اپنی + (پلنگ کی مسہری اُٹھا کر بستر درست کرتی
ہے۔ اور پھر ایک تکیہ لے کر باہر نکلتی ہے۔) مسٹر کوکس بھی عجیب شے ہیں۔
بھلا یہ تکیہ ایسا ہے جس کی شکایت کی جائے ؟ (پھر مسہری میں چلی جاتی ہے)

بوکس :- (باہر) اونہہ ! تو آپ سیڑھیوں پر اپنے ہاتھ کیوں نہیں رہتے ؟

(بوکس داخل ہوتا ہے۔ چھاپے خانے والوں کا لباس ہے۔ سر
دروازے سے باہر نکالتا اور اونچی آواز میں کہتا ہے۔)

قصور میرا ہی نہیں آپ کا بھی تھا۔ جی ہاں پھر سُن لیجئے۔ کہ قصور میرا ہی نہیں آپ کا بھی تھا +

مسز بونسر:۔ (مسہری سے باہر آکر) کیوں مسٹر بوکس کیا بات ہے ؟

بوکس :۔ بکو مت +

مسز بونسر:۔ توبہ ہے مسٹر بوکس! کیسے جھلّائے ہوئے ہیں آپ! چہرہ بھی تو پیلا پڑ گیا ہے +

بوکس :۔ جو شخص ساری رات بیٹھا روزانہ اخبار کے لیڈنگ آرٹیکل کا ٹائپ جماتا رہا ہے۔ اُس کا چہرہ پیلا نہیں ہوگا تو نیلا ہوگا ؟

مسز بونسر:۔ رات کو جاگتے رہے تو کیا ہوا۔ آرام کرنے کو جو سارا دِن مل جاتا ہے +

بوکس :۔ (پُر معنی نظروں سے مسز بونسر کو دیکھتا ہے) بجا ارشاد ہوا۔ مسز بونسر میرا مدعا یہ ہرگز نہیں۔ کہ آپ کی حرکات کو کسی نوع کی مستعدی پر مجبور کر دینے کی کوشش عمل میں لاؤں۔ لیکن مَیں آپ کو اپنے اِس ارادے سے آگاہ کر دینا لازمی تصوّر کرتا ہوں۔ کہ مَیں اسی وقت اپنے آپ کو ہر قسم کے ملبوس سے محروم کر کے یعنی الف ننگا ہو کر بستر میں گھُس جانے کا قصد رکھتا ہوں +

مسز بونسر:۔ اے ہے مسٹر بوکس! (گھبرا کر جانا چاہتی ہے)

بوکس :۔ ٹھہرو! بتا سکتی ہو یہ شخص کون ہے۔ جو ہر روز مجھے سیڑھیوں پر ملتا ہے؟ مَیں جب اُوپر آرہا ہوتا ہوں تو وہ نیچے جا رہا ہوتا ہے۔ اور مَیں جب نیچے جا رہا ہوتا ہوں۔ تو وہ اُوپر آرہا ہوتا ہے +

مسز بونسر:۔ (سٹپٹا کر) جی۔ وہ۔ یہ صاحب اُوپر کے کمرے میں رہتے ہیں +

Taj Tahir Foundation

بوکس :- اس شخص میں اَور تو کوئی انوکھی بات نہیں - ٹوپیاں البتہ طرح طرح کی پہنتا رہتا ہے + جب دیکھئے کوئی نرالی ٹوپی پہن رکھی ہے - کبھی سفید - کبھی کالی - کبھی چوڑے چھجے کی - کبھی چھوٹے چھجے کی - لہٰذا یہ نتیجہ بلا تکلّف نکالا جاسکتا ہے - کہ یہ شخص ذاتی طور پر بھی اور پیشے کے رُو سے بھی ٹوپیوں سے بہت خصُوصی تعلّق رکھتا ہے +

مسز بونسر :- جی ہاں - اور ہاں مسٹر بوکس - اُنہوں نے مجھے آپ سے درخواست کرنے کے لئے کہا تھا - کہ اگر آپ تمباکو اس قدر زیادہ نہ پیا کریں - تو آپ کی بے حد عنایت ہو +

بوکس :- یہ مجھ سے کہنے کو فرمایا تھا ؟ تو آپ ان مہاتما ٹوپی فروش کی سیوا میں میرے ڈنڈوت کے بعد یہ فرما دیجئے گا - کہ اگر اُنہیں تمباکو مرغوب نہیں - تو وہ ازراہِ نوازش کسی دُوسرے مقام میں جاکر کوئی پنجرہ آباد فرمالیں +

مسز بونسر :- (رحم طلب انداز میں) مسٹر بوکس آپ کو میرا نقصان ہی پسند ہے - تو شوق سے میرا ایک کرایہ دار کم کر دیجئے +

بوکس :- بونسر ! کرایہ دار ہر حالت میں کم ہو کر رہے گا + اس لئے کہ اگر مجھے شبہ بھی گزرا - کہ میرا پائپ ٹھنڈا کرنے کے لئے - کوئی خفیف سی کوشش بھی عمل میں لائی جارہی ہے - تو مَیں اِسی وقت تمہیں نوٹس دیئے دیتا ہوں - کہ مَیں اُسی وقت تمہیں نوٹس دے دوں گا +

مسز بونسر :- آپ کی خُوشی مسٹر بوکس + اَور کوئی خدمت میرے لائق ؟ -

بوکس :- صرف یہ کہ آپ فی الفور د - ف - ع ہو جائیں +

Taj Tahir Foundation

مسز بونسر:- توبہ ہے مسٹر بوکس۔ خدا جانے آپ کو ہو کیا گیا ہے۔ (دروازہ زور سے
بند کر کے چلی جاتی ہے)

بوکس:- ان بڑی بی سے چھٹکارا حاصل کرنا بھی مہم سَر کرنے سے کم نہیں ہوتا۔ یعنی اچھا بھلا جانتی ہے۔ کہ ساری رات جاگتا ہوں۔ پھر بھی کم بخت دن کے وقت میرے کمر سیدھی کرنے کی دشمن بنی رہتی ہے + تو اب کیا کیا جائے؟ نیند کی ایک جھپکی لے کر ناشتہ کھاؤں۔ یا ناشتہ لے کر نیند کی جھپکی کھاؤں؟ میرا مطلب ہے نیند کی جھپکی کھا کر ناشتہ۔ نہ۔ خیر کچھ ہی سہی۔ ایک مٹن چاپ لایا تھا ناں؟ (جیبیں باہر سے ٹٹولتا ہے) یعنی مجھے نہایت وضاحت وصراحت سے یاد ہے۔ کہ ایک مٹن چاپ مَیں نے خریدا تھا + ہاں یہ رہا! (نکالتا ہے چاپ کاغذ میں لپٹا ہوا ہے۔ میز پر رکھ دیتا ہے) اور ایک ڈبل روٹی + اب دوسرا کام رہا آگ جلانا + دیا سلائی کہاں گئی؟ (انگیٹھی پر سے دیا سلائی کی ڈبیہ اُٹھاتا اور کھولتا ہے) بھئی اب حد ہو گئی۔ حد کی بھی حد ہو گئی۔ یعنی دو تین دن ہوئے پوری ڈبیا لا کر رکھی تھی۔ آج اُس میں فقط ایک تیلی موجود ہے! مجھے اچھی طرح علم ہے۔ کہ یہ مسمات میرے کوئلوں۔ میری موم بتیوں۔ میری شکر۔ غرض ہر شے پر ہاتھ صاف کرتی ہیں۔ مگر میرا خیال تھا۔ یعنی واقعی خیال تھا۔ کہ کم از کم دیا سلائیوں سے اِس قسم کی زیادتی نہ برتیں گی۔ (انگیٹھی پر سے موم بتی اُٹھاتا ہے۔ ذرا سی باقی ہے۔ اُسے دیکھتا ہے) اب کوئی بھلے مانس مجھے بتائے۔ کہ اس موم بتی کے متعلق اُس کی کیا رائے ہے؟ اوّل تو موم بتی اُن چیزوں میں سے ہے۔ جن کی عموماً مجھے ضرورت نہیں پڑتی۔

Taj Tahir Foundation

کیونکہ میں گھر پر صرف دن کے وقت ہوتا ہوں + پھر میں نے یہ موم بتی مئی کی پہلی تاریخ کو یہ اندازہ کر کے خریدی تھی ۔ کہ تین مہینے کام دے جائے گی + مہینہ آدھا نہیں گذرا اور موم بتی تین حصّے غائب ! (آگ سلگاتا ہے ۔ پھر فرائی پان اُتارتا ہے ۔ جو آتش دان پر ٹنگا ہے) بونسر میرا فرائی پان بھی استعمال کرتی رہی ہے + اشیائے خوردنی میں سے آخری شے جو میں نے اس میں پکائی تھی ۔ وہ آملیٹ تھا ۔ اور اب اس میں سے مچھلی کی بُو آرہی ہے ! (فرائی پان آگ پر رکھ کر چاپ کانٹے سے اُس میں ڈال دیتا ہے + (جماہی لے کر) اگر کوئی شخص بیٹھ کر میرے مٹن چاپ کو اُلٹ پلٹ کرتا رہتا ۔ تو میں کس مزے سے نیند کی ایک جھپکی لے لیتا + (پھر جماہی لیتا ہے) ہوتا رہے گا اُلٹ پلٹ آپ ہی ۔ تم تو پڑے رہو بے یار ۔ اے بے تو ۔

(مسہری کے پردے ہٹا کر بستر پہ پڑ رہتا ہے ۔ ذرا سے توقف کے بعد ـــ کوگس تیزی سے داخل ہوتا ہے ۔)

کوگس : یعنی کہ کم از کم عجیب ! اسٹپٹاتے ہوئے چھپتے چھپاتے دُکان میں گھس رہے تھے ۔ دل میں یہ دھڑکا کہ اکٹھے ساڑھے گیارہ منٹ دیر میں پہنچ رہے ہیں کہ اتنے میں آقائے نامدار اپنے فرسودہ چہرے پر نہایت ہی شفقت کی ایک مسکراہٹ لیے فرمانے لگے ۔ "کہ کوگس بیٹا آج تیرے لئے کوئی کام نہیں جا چھٹی منا ۔" اب کیا تھا ۔ سیر تماشے میلے ٹھیلے کے نظارے آنکھوں میں گھومنے لگے + کبھی دل کہے بس پہ سوار ہو کر گھومو ۔ کبھی جی میں آئے کہ آج کشتی کی سیر نہ کی ۔ تو کب کرو گے ۔ مختصر یہ کہ میں تو بھونچکا سا رہ گیا + بہر حال پہلے تو ناشتہ

Taj Tahir Foundation

کروں۔ اتنی دیر میں کوئی تفریح بھی سوجھ جائے گی + مچھلی ساتھ لے آیا ہوں۔
کھا کر دن بھر کے لئے پیٹ پوجا سے تو فراغت ہو جائے گی + (مچھلی نکال کر
میز پر رکھتا ہے) یہ ہیں ہیں! ڈبل روٹی لانا تو بھول ہی گیا + ارے پر یہ کیا؟
قطعی ڈبل روٹی + سبحان اللہ۔ تو گویا اب آگ سلگائی جائے۔ (دیا سلائی میز پر
رکھی نظر آتی ہے) ہائیں! یہ میری دیا سلائی کی ڈبیا سے کون بے تکلفی کرتا
رہا ہے؟ ارے یہ تو خالی! حالانکہ میں اس میں ایک تیلی چھوڑ کر گیا تھا۔ بخدا
ایک صحیح سالم تیلی! اسے تو آگ بھی جل رہی ہے! اور فرئی پان کیا ہوا؟ رکھا
تو ہے آگ پر + اور اس میں دھرا کیا ہے؟ چاپ! مٹن چاپ! کیا کہنے ہیں
ان مسز بونسر کے + کس بے تکلفی اور اطمینان سے من مانی کارروائی میں مصروف
ہیں۔ یعنی میری آخری دیا سلائی سے۔ میرے کوئلوں پر اور میرے فرئی پان
میں یہ مسمات اپنا ناشتہ تیار فرما رہی ہیں! اوں ہنک۔ اوں ہنک۔ یہ برداشت
نہیں کیا جا سکتا۔ (نکل فرئی پان سے باہر (چاپ کو کانٹے سے اٹھا کر ایک
پلیٹ میں دھر دیتا ہے۔ جو میز پر رکھی ہوئی ہے + پھر مچھلی کو فرئی پان میں
ڈال کر آنچ پر رکھ دیتا ہے) تو اب ناشتے کے برتن لائے جائیں۔ (چابی لیکر
دائیں ہاتھ کی کوٹھی کا دروازہ کھولتا اور اس میں جاتا ہے۔ دروازہ زور سے
بند کرتا ہے)

بوکس :۔ (یکایک سر پردے میں سے نکال کر) آجاؤ۔ مسز بونسر! تم ہو تو آجاؤ۔ ڈرنے
کی کوئی بات نہیں۔ اللہ جانے کتنی دیر سویا ہوں۔ (یک لخت خیال آتا ہے)
ارے ہاں۔ وہ میرا چاپ! (اچھل کر بستر سے باہر آتا اور انگیٹھی کی طرف

جانتا ہے) ہیں یہ کیا؟ مچھلی! کس کی مچھلی؟ ضرور مسز بوٹسر کی ہے + خوب! انہوں
نے سوچا کہ اتنے یہ سوئے لگے ہاتھوں اپنا ناشتہ تیار کر لیا جائے۔ اور ستم
یہ کہ میرے کوئلوں پر اور میرے فرائی پان میں! واہ واہ! اور میرا چاپ کہاں
گیا؟ (میز پر رکھا ہوا دِکھائی دیتا ہے) یہ رہا + بخدا مسز بوٹسر نے حد کر دی + تو کیا
اپنے غم و غصّے کو پی جاؤں؟ انتقام لینے میں پس و پیش سے کام لوں؟
نہیں! (زور سے کانٹا مچھلی میں گاڑتا ہے۔ کھڑکی کھولتا ہے اور مچھلی باہر پھینک
دیتا ہے۔ کھڑکی بند کر دیتا ہے) یہ تو رہا مسز بوٹسر کا ناشتہ۔ اب اپنے ناشتہ کی
فکر کی جائے + (کانٹے سے چاپ اُٹھاتا اور پھر فرائی پان میں ڈال دیتا ہے)
پہلے ناشتہ کے برتن لے آؤں + (انگیٹھی کے پاس جاتا اور ایک آراستی برتن سے
کنجی نکالتا ہے۔ بائیں ہاتھ کی کوٹلی کا دروازہ کھول کر اس میں جاتا ہے۔ کواڑ
زور سے بھیڑ لیتا ہے۔)

کوکس :- (دائیں ہاتھ کی کوٹلی سے جلدی سے سر نکالتا ہے) آ جاؤ۔ آ جاؤ۔ (دروازہ کھولتا
ہے۔ اور ایک کشتی میں چائے کے برتن لے کر نکلتا ہے۔ اُنہیں خانہ دار الماری
پر رکھ دیتا ہے۔ یک لخت خیال آتا ہے) ہٹی ہٹی! مچھلی تو بھول ہی گیا + (بھاگ
کر آتش دان کے پاس جاتا ہے) ہیں یہ کیا؟ پھر وہی چاپ! بھئی ناک میں
دم آ گیا ہے۔ جان ضیق میں آ گئی ہے۔ جینا مشکل ہو گیا ہے + یہ کسی طور
برداشت نہیں کیا جا سکتا۔ (کانٹا چاپ میں گاڑتا ہے۔ پھر کھڑکی کھول کر
اسے باہر پھینک دیتا ہے + کھڑکی بند کر کے چائے کے برتن لینے خانہ دار
الماری کے پاس آتا ہے۔ بوکس پر نظر پڑتی ہے۔ جو اپنی کوٹلی سے اپنے

Taj Tahir Foundation

چائے کے برتن لا رہا ہے۔ دونوں بڑھتے ہوئے سٹیج کے درمیانی حصّے میں آجاتے ہیں)

—— جناب کون ؟

بوکس :۔ یہ بات ہے۔ تو جناب کون ؟

کوکس :۔ مَیں پُوچھتا ہوں یہاں جناب کیوں آئے ؟

بوکس :۔ یہ بات ہے۔ تو مَیں پُوچھتا ہوں۔ کہ جناب یہاں کیوں آئے ؟

کوکس :۔ (الگ) وہ چھاپے خانے والے ہیں جناب۔ (چائے کے برتن خانہ دار الماری پر رکھ دیتا ہے)

بوکس :۔ (الگ) وہ ٹوپی والے ہیں حضور۔ (چائے کے برتن میز پر رکھ دیتا ہے)

کوکس :۔ مَیں نے کہا جناب اپنے اُوپر کے کمرے میں چلے جائیے +

بوکس :۔ میرا اُوپر کا کمرہ ! حضور آپ کا اُوپر کا کمرہ +

کوکس :۔ ابے او چھاپے ! فوراً میرے کمرے سے نکل نہ گیا تو میں سر توڑ ڈالوں گا +

بوکس :۔ تیرے کمرے سے ؟ ابے پاجی ٹوپی والے۔ کمرہ میرا ہے +

کوکس :۔ کمرہ تیرا ہے ؟ ہا ہا۔ خوب رہی (جیب سے ایک کاغذ نکالتا ہے۔) ملاحظہ فرمائیے پچھلے ہفتے کے کرائے کی مسز بونسر کی رسید +

بوکس :۔ (جیب سے کاغذ نکال کر کوکس کے مُنہ کے قریب لے جاتا ہے۔) علیٰ ہذا القیاس حضور +

کوکس :۔ (ایک لمحت غُل مچا کر) لُوٹے گئے +

بوکس :۔ مارے گئے +

Taj Tahir Foundation

(دونوں دروازے کے قریب جاکر غُل مچاتے ہیں)

دونوں :۔ مسز بونسر! مسز بونسر!

(مسز بونسر آتی ہے)

مسز بونسر :۔ کیا ہوا؟

(کوکس اور بوکس مسز بونسر کو بازو سے پکڑ لیتے ہیں۔ اور سامنے لے آتے ہیں)

بوکس :۔ اسی وقت اس ٹوپی والے کو باہر نکالو +

کوکس :۔ فی الفور اس چھاپے کو یہاں سے دُور کرو +

مسز بونسر :۔ دیکھو صاحبو!

کوکس :۔ (کھینچ کر اپنی طرف گھماتے ہوئے) بولو؟

بوکس :۔ (اپنی طرف گھماتے ہوئے) یہ کمرہ کس کا ہے؟

کوکس :۔ ہاں ری عورت بتا یہ کمرہ کس کا ہے؟

بوکس :۔ یہ میرا نہیں ہے؟

مسز بونسر :۔ نہیں +

کوکس :۔ یہ بات + سُن لیا حضور نے۔ کمرہ میرا ہے +

مسز بونسر :۔ نہیں آپ دونوں کا ہے + (سِسکی بھرتی ہے)

کوکس :۔ دونوں کا!

بوکس :۔ دونوں کا!

مسز بونسر :۔ دیکھو میرے حضورو۔ ناراض نہ ہو۔ اصل میں یہ صاحب (بوکس کی طرف اشارہ کرکے) دن کو گھر ہوتے تھے۔ اور وہ صاحب (کوکس کی طرف اشارہ

کر کے) رات کو۔ اِس لیئے مَیں نے اتنی جرأت سے کام لیا۔ کہ جب تک میرا
دُوسری منزل کا پچھلا چھوٹا کمرہ تیار ہو ـــــ

بوکس اور کوکس :۔ (اکٹھے شوق سے) تمہارا دوسری منزل کا پچھلا چھوٹا کمرہ کب تیار ہوگا؟

مسز بونسر:۔ کل ہی +

کوکس :۔ اُسے مَیں لوں گا +

بوکس :۔ اُسے مَیں لوں گا +

کوکس :۔ دیکھئے جناب پہلے مَیں بولا تھا +

بوکس :۔ بسر و چشم + دوسری منزل کا پچھلا چھوٹا کمرہ آپ کا۔ چل دیجئے وہاں +

کوکس :۔ ہونہہ! جانے ہی کو تو ہو رہے ہیں +

مسز بونسر:۔ دیکھو صاحبو۔ لڑو نہیں۔ پہلے یہاں بیچ میں پردہ ہوا کرتا تھا ـــــ

دونوں :۔ تو اسے پھر لگا دو +

مسز بونسر:۔ نہیں مَیں ابھی جا کر دیکھتی ہوں۔ شاید وہ دوسرا کمرہ آج ہی تیار ہو سکے
آپ اپنے آپ کو ذرا قابو میں رکھیئے + (جاتی ہے)

کوکس :۔ کیا واہیات ہے! (تیز تیز قدم اُٹھا کر ادھر اُدھر گھومتا ہے)

بوکس :۔ (میز کے ایک طرف کرسی پر بیٹھا بیٹھا کوکس کی حرکات کو دیکھتا رہتا ہے)
جناب مجھے یہ عرض کرنے کی اجازت عنایت فرمایئے۔ کہ اگر آپ کو آج ورزش
کرنے کا موقع میسّر نہیں آیا۔ تو جناب باہر تشریف لے جایئے۔ اور بڑے
شوق سے وہاں ورزش کرتے رہیئے +

کوکس :۔ مَیں جناب کے اس مشورے پر عمل کرنے سے انکار کرتا ہوں۔ (بوکس کے

Taj Tamir Foundation

مقابل کرسی پر بیٹھ جاتا ہے)

بوکس :- بہت بہتر جناب +

کوکس :- جی ہاں بہت بہتر- البتہ جناب اگر باہر جانا چاہتے ہیں- تو مجھے مطلق اعتراض نہ ہوگا +

بوکس :- جناب ہوتے کس کھیت کی مولی ہیں- (کوکس ڈبل روٹی کا ایک ٹکڑا توڑنا ہی چاہتا ہے) دیکھئے جناب یہ ڈبل روٹی میری ہے- (بوکس ڈبل روٹی چھین لیتا ہے- کوکس پائپ منہ میں لیتا ہے- اور ایک چھپٹی سے جلاتا ہے- اور میز کی دوسری طرف سے دھواں بوکس کی طرف چھوڑتا ہے)

بوکس :- (بگڑ کر) ہیں! میں نے کہا جناب کا ارادہ کیا ہے؟

کوکس :- ارادہ! تمباکو پینے کا ارادہ ہے- اور کیا ہوتا +

بوکس :- توبہ توبہ! (پیچھے جاتا ہے- اور بوکس کی پشت کی طرف جو کھڑکی ہے- اسے کھول دیتا ہے)

کوکس :- ہیں! (مڑ کر دیکھتا ہے) یہ کھڑکی بند کیجئے جناب +

بوکس :- تو جناب پائپ پینا بند کیجئے +

کوکس :- (پائپ میز پر رکھ کر) یہ لو +

بوکس :- تو یہ لو + (کھڑکی کے پٹ زور سے بند کرتا اور پھر بیٹھ جاتا ہے- دونوں ذرا دیر چپکے بیٹھے رہتے ہیں-)

بوکس :- ہم تو اپنے بستر پر دراز ہوتے ہیں +

(اٹھتا ہے- کوٹ اتارتا ہے- پھر پلنگ کی طرف جاتا اور بستر پر بیٹھ جاتا ہے)

Taj Tahir Foundation

کوکس :- (اُچک کر پلنگ کے قریب جاتا اور بوکس کے دائیں ہاتھ بیٹھ جاتا ہے۔)
معاف کیجیئے گا جناب۔ مَیں کسی کو اپنے بستر کا ستیاناس نہیں کرنے دے سکتا

بوکس :- آپ کا بستر؟ بات سُنئیے۔ لڑنا آتا ہے آپ کو؟

کوکس :- جی نہیں +

بوکس :- نہیں؟ تو پھر آجایئے۔ (کوکس کو مُکا دکھاتا ہے)

کوکس :- مَیں نے کہا بیٹھ جایئے آپ۔ ورنہ مَیں ابھی پولیس پولیس کا غُل مچادوں گا +

بوکس :- (بیٹھ جاتا ہے۔ کوکس بھی بیٹھ جاتا ہے دونوں ذرا دیر چُپکے بیٹھے رہتے ہیں)
مَیں نے کہا حضرت ——

کوکس :- جی حضرت؟

بوکس :- اگرچہ ہماری قسمت میں لکھا ہی ہے۔ کہ ہم اس کمرے میں چند گھنٹے اور اکٹھے صرف کریں۔ تاہم مجھے اس امر کا تو کوئی موقع نظر نہیں آتا۔ کہ ہم ایک دوسرے کے گریباں گیر ہوتے رہیں +

کوکس :- مجھے بھی قطعی نظر نہیں آتا + گریباں گیر ہونا ایک ایسا فعل ہے جسے مَیں نہایت شدت سے قابلِ اعتراض قرار دیتا ہوں +

بوکس :- اور بہرحال مجھے جناب سے کوئی سات پشت کا بیر تو ہے نہیں +

کوکس :- اور نہ میرے دل میں جناب کی عداوت جاگزیں ہے +

بوکس :- علاوہ ازیں جناب من۔ قصور سارا مسز بونسر کا ہے +

کوکس :- سَراسَر جناب۔ (دونوں پلنگ پر سے اُٹھ کر آہستہ آہستہ کرسیوں کی طرف بڑھ رہے ہیں)

Taj Tahir Foundation

بوکس :- نہایت خوب جناب !

کوکس :- نہایت خوب جناب ! (دونوں کرسیوں پر چپ چاپ بیٹھ جاتے ہیں)

بوکس :- (تعلقات خوشگوار بنانے کی کوشش کے طور پر) ڈبل روٹی نوش فرمایئے۔

کوکس :- نوازش آپ کی۔ (ڈبل روٹی ذرا سی توڑتا ہے ــــ وقفہ)

بوکس :- سنایئے کبھی سینما وغیرہ دیکھتے ہیں ؟

کوکس :- جی نہیں۔ بیوی نہیں جانے دیتی +

بوکس :- آپ کی بیوی ؟

کوکس :- میرا مطلب ہے میری ہونے والی بیوی +

بوکس :- ایک ہی بات ہوئی نا۔ مبارکباد قبول فرمایئے۔ (ہاتھ ملاتا ہے)

کوکس :- (آہ سرد سے) شکریہ ! (دیکھتا ہے کہ بوکس اٹھ کھڑا ہونے کو ہے) نہیں نہیں آپ تکلیف نہ فرمایئے وہ یہاں نہ آئیں گی +

بوکس :- اچھا ! سمجھ گیا۔ یہ ٹھاٹھ ہیں استاد۔ (شوخی سے کوکس کے پہلو میں کہنی مارتا ہے)

کوکس :- (متانت سے کھڑا ہو کر) جی نہیں۔ میں دوبارہ عرض کرتا ہوں۔ مطلق نہیں لیکن میری بیوی۔ میرا مطلب ہے میری ہونے والی بیوی۔ اتفاق سے نہانے کی کئی مشینوں کی مالک واقع ہوئی ہے لہٰذا ــــ

بوکس :- (فی الفور) ارے ! کہاں ؟ (کوکس کا بازو پکڑ لیتا ہے)

کوکس :- تفریح کے ایک مشہور سمندری مقام میں + آپ کو کیوں کرید ہوئی ؟

بوکس :- نہیں تو + تو پھر ؟

کوکس :- پھر یہ کہ سمندری تفریح کے موسم میں۔ جو خوش قسمتی سے بہت طویل ہوتا ہے

Taj Tahir Foundation

ہمیں ایک دوسرے سے ملنے کا بہت کم موقع میسّر آتا ہے۔ لیکن چونکہ اب یہ موسم ختم ہو چکا ہے۔ ہر روز یہ اُمید لگی رہتی ہے۔ کہ مجھے اپنی محبوبہ کے دیدار کی سعادت حاصل ہونے کو ہے۔ (بڑی متانت سے) آپ شادی شدہ ہیں؟

بوکس :۔ کچھ خاص طور پر تو نہیں۔

کوکس :۔ خوب! کنوار پن کے مزے لوٹے جا رہے ہیں؟

بوکس :۔ خاص طور پر کنوارا بھی نہیں۔

کوکس :۔ اوہو! تو گویا رنڈوے ہیں؟

بوکس :۔ کچھ ایسا بہت رنڈوا بھی نہیں۔

کوکس :۔ معاف کیجئے گا جناب۔ میری سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ بھلا یہ ممکن کیونکر ہے۔ آپ نہ بیاہے ہوں۔ نہ کنوارے اور نہ رنڈوے؟

بوکس :۔ ممکن کیونکر ہے؟

کوکس :۔ جی ہاں۔ آپ کیا کسی زندہ آدمی کے لئے بھی ممکن نہیں۔

بوکس :۔ تو زندہ آدمی کے لئے ممکن نہ ہوگا۔ لیکن میں زندہ کہاں ہوں۔

کوکس :۔ (کرسی پیچھے سرکا کر) معاف کیجئے گا جناب۔ مجھے اس قسم کے معاملات کو مذاق میں اُڑانا ناگوار گذرتا ہے۔

بوکس :۔ لیکن قبلہ میں تو مطلق مذاق نہیں کر رہا۔ میں پچھلے تین سال سے مر چکا ہوں۔

کوکس :۔ (اونچی آواز میں) آپ نہیں مانیں گے؟

بوکس :۔ آپ کو میرے کہے پر یقین نہ آئے۔ تو آپ کو اپنے بے شمار دوستوں کا پتہ دیئے دیتا ہوں۔ جو میری موت سے اب تک ملول و دلگیر ہیں۔ آپ اُن سے

Taj Tahir Foundation

پُوچھ لیں +

کوکس :- (یکایک اِس صُورت حال میں دلچسپی لے کر) میں نے کہا میرے بھائی - اگر کوئی ایسے کمال کی تدبیر آپ کے علم میں ہو - جس پر عمل کر کے کوئی شخص عین شادی کے موقع پر اس دُنیا سے یُوں رخصت ہو جائے کہ رہے بھی اسی دُنیا میں - تو برائے خُدا وہ تدبیر مجھے بھی بتا دیجئے !

بوکس :- اچھا ! تو اس کے یہ معنی کہ آپ گویا ان اشخاص میں سے نہیں - جو جنونیوں کی طرح اپنی منگیتر پر فدا ہوتے ہیں ؟

کوکس :- نہ خیر یہ بات تو نہیں - لیکن فی الحال اس پر فدا ہونے میں مجھے فقط ایک ہی دشواری کا علم ہے - وہ یہ کہ اس کا میرا نباہ ناممکن ہے +

بوکس :- تو یہ تو بڑی معمولی بات ہے - جو مَیں نے کیا وہی آپ کیجئے +

کوکس :- (اشتیاق سے) بسر و چشم + کیا کیا تھا آپ نے ؟

بوکس :- ڈوب کر مَر جایئے +

کوکس :- (پھر اُونچی آواز میں) نہیں مانیں گے آپ ؟

بوکس :- میری داستان تو سُن لیجئے + تین سال ہُوئے مَیں بد قسمتی سے شہر ایمز گیٹ کی ایک ادھیڑ بیوہ کی زلفِ گرہ گیر کا اسیر ہو گیا - جس کے متعلق کہا جا سکتا تھا - کہ "اُبھی باقی ہے کچھ کچھ دُھوپ دیوارِ گُلستاں پر" +

کوکس :- (علیحدہ) کمال ہے ! تین مہینے ہوئے یہی واقعہ مارگیٹ میں ہمیں پیش آیا +

بوکس :- تو جناب - اُس کے تقاضوں سے بچنے کے لئے مَیں نے تہیہ کر لیا فوج میں بھرتی ہو جاؤں گا +

Taj Tahir Foundation

کوکس :- (علیحدہ) کمال ہے! یہی ہم نے کیا!
بوکس :- لیکن انہوں نے مجھے بھرتی نہ کیا۔ حوصلے دب گئے یعنی منہ در منہ کہہ ڈالا۔ کہ تیرا قد چھوٹا ہے۔
کوکس :- (علیحدہ) ہم بھی پورے قد کے ثابت نہ ہوئے تھے!
بوکس :- چنانچہ اس کے سوا کوئی چارہ نہ رہا۔ کہ صبر شکر کرکے پیدل فوج میں شامل ہو جائیں۔ چنانچہ ہو گئے بھرتی۔
کوکس :- (علیحدہ) بھائی کمال ہے! یہی ہم نے کیا!
بوکس :- لیکن اِدھر بھرتی ہوئے۔ اُدھر خیال آیا کہ یہ کیا حماقت کی۔
کوکس :- (علیحدہ) بالکل یہی خیال ہمیں آیا تھا!
بوکس :- وہ بیوہ جو ہم پر لٹو ہو گئی تھی۔ اس نے کہا اگر مجھ سے شادی کا وعدہ کرو۔ تو میں آپ دام خرچ کرکے تمہیں فوج سے نکلوائے لیتی ہوں۔
کوکس :- (علیحدہ) بالکل یہی مجھ سے کہا!
بوکس :- صاحب پہلے تو ہوا ہمیں کچھ تامل۔ لیکن آخر کار ہم مان گئے۔
کوکس :- (علیحدہ) ہم فوراً ہی مان گئے تھے۔
بوکس :- لیجئے صاحب۔ اس تقریب سعید کے لئے جو دن مقرر ہوا تھا۔ آخر وہ قریب آپہنچا۔ یعنی اتنا قریب آپہنچا۔ کہ طبیعت گھبرانی شروع ہو گئی۔ یکایک دل نے کہا کہ تو اس نیک بخت کو اپنا بنانے کے قابل قطعی نہیں ہے۔ چنانچہ یہی بات ان مسمات کی خدمت میں عرض کر دی۔ ہمارے اس بیان سے اُن کی تعریف کا جو پہلو نکلتا تھا۔ بجائے اس پر پھول جانے کے۔ وہ ایک

Taj Tahir Foundation

زنانہ شیر کی طرح ہم پر ٹوٹ پڑیں + جو کچھ ہم سے بن پڑا ہم نے بھی کیا + اتنے میں ایک شے سن کر کے ہمارے کان کے قریب سے گذری - اور انگیٹھی سے ٹکرا کر کرچی کرچی ہو گئی + دیکھتے ہیں تو پیالی! ہم نے جواب میں ایک عدد چائے کی پیالی ارسال خدمت کی + قصہ مختصر - الگ ہو گئے + اگلی صبح دیکھتے کیا ہیں - شادی کا وعدہ توڑنے پر ہمارے نام نوٹس چلا آ رہا ہے +

کوکس :- خوب!

بوکس :- غرض صاحب کیا عرض کروں - تباہی کھڑی آنکھیں دکھا رہی تھی - ہمارے خلاف قانونی کاروائی بڑی شدت سے شروع ہو گئی + تنگ آ کر ہم نے ایک تہیہ کیا صبح سویرے اندھیرے منہ گھر سے نکل گئے - ایک سوٹ تن پر تھا ایک کی گٹھڑی بنا کر بغل میں دبا رکھی تھی - سیدھے ایک اونچی چٹان پر جا پہنچے - گٹھڑی کھولی سوٹ چٹان کے عین کنارے پر رکھ دیا - اور نیچے نظر ڈالی + گہرائی منہ پھاڑے بھائیں بھائیں کر رہی تھی + اسے دیکھا اور دوسری طرف چل دیئے +

کوکس :- اچھا - اچھا - اچھا - بات کچھ کچھ سمجھ میں آنی شروع ہوئی + واہ استاد! یعنی خود تو غائب ہو گئے - اور سوٹ لوگوں کے ہاتھ آیا +

بوکس :- جناب اور ایک جیب سے ایک کاغذ کا پرزہ برآمد ہوا - جس پر ان دردناک الفاظ میں الوداع لکھی تھی - کہ فلورا - یہ تیری جفا کا نتیجہ ہے"

کوکس :- فلورا! (اچھل کر کھڑا ہوتا ہے - اور بوکس کا بازو پکڑے اسے آہستہ آہستہ اسٹیج کے اگلے حصے میں لے آتا ہے) فلورا!

بوکس :- فلورا!

Taj Tahir Foundation

کوکس :- جو ولیم وِگنز کی بیوہ تھی ؟
بوکس :- ولیم وگنز کی بیوہ ۔
کوکس :- نہانے کی مشینوں کی مالک ؟
بوکس :- نہانے کی مشینوں کی مالک ۔
کوکس :- مارگیٹ میں ؟
بوکس :- اور ایمز گیٹ میں ۔
کوکس :- ضرور وہی ہے ۔ اور جناب کیا گمشدہ مسٹر بوکس ہیں ۔ جن کی وفات پر عرصہ تک ماتم ہوتا رہا ؟
بوکس :- جناب ۔
کوکس :- تو جناب جس دلچسپ ہستی کو آپ نے دغا دی ۔ مَیں اُسی سے شادی کرنے والا تھا ۔
بوکس :- اخاہ تو آپ مسٹر کوکس ہیں ؟
کوکس :- جناب ۔
بوکس :- مَیں نے سُنا تھا ۔ میری مبارکباد قبول فرمایئے ۔ اللہ تعالےٰ آپ دونوں کو خوش و خرم رکھے ۔ تو جناب میرا خیال ہے ۔ مَیں اب چہل قدمی کر آؤں ۔
کوکس :- جی ہاں چہل قدمی ہی تو کر آؤں (اُسے روکتا ہے) مَیں اب اس وقت تک آپ کو اپنی نظروں سے اوجھل نہ ہونے دوں گا ۔ جب تک آپ کو آپ کی منگیتر کی آغوش کے سپرد نہ کر لوں گا ۔
بوکس :- میری منگیتر ؟ آپ کا مطلب ہے آپ کی منگیتر ۔

Taj Tahir Foundation

کوکس :- جی نہیں آپ کی +

بوکس :- لیکن اب وہ میری منگیتر کیسے ہو سکتی ہے۔ مَیں تو غرق ہو چکا ہوں +

کوکس :- آپ غرق ورق کچھ نہیں ہوئے - اور مَیں جناب کو فلورا کے پاس لے کر چلوں گا +

بوکس :- پر مَیں آپ کی منگیتر سے متعارف ہونا نہیں چاہتا +

کوکس :- میری منگیتر! بھلا یہ ہو کیونکر سکتا ہے - اس سے شادی کی درخواست پہلے آپ نے کی تھی +

بوکس :- تو اس سے کیا ہوتا ہے۔ مَیں بے وقت موت مر گیا۔ اور اس کے بعد جناب نے شادی کی درخواست کر ڈالی +

کوکس :- کیا کہنے ہیں!

بوکس :- کیا کہنے ہیں تو کیا کہنے ہی سہی +

کوکس :- میری نسبت آپ اُس کے لئے بہت زیادہ موزوں ہیں + میرے دل میں دریا دلی کا جو جوش اُٹھ رہا ہے۔ مجھے اس کے کہے پر عمل کرنے کی اجازت بخشئے مَیں آپ کے حق میں اُس سے دست بردار ہوتا ہوں +

بوکس :- اے رحیم و شفیق ہستی! اِدھر کی دُنیا اُدھر ہو جائے۔ تجھے لُوٹنا مَیں کبھی گوارا نہیں کر سکتا۔ (جاتے ہوئے) گڈ مارننگ!

کوکس :- (اسے پکڑ کر) ٹھہرو!

بوکس :- ٹوپی والے مجھے چھوڑ دے۔ ورنہ میری یہ ساری نرمی شدید گرمی میں تبدیل ہو جائے گی +

کوکس :- اُونہہ! (بوکس کے چہرے کے قریب چٹکی بجاتا ہے)

Taj Tahir Foundation

بوکس :- توہین! میرے روبرو! میری آنکھوں کے سامنے! (ایک ایک لفظ پر زور دیکر) جناب کو اس کے نتائج کا علم ہے۔ اسی وقت مجھ سے لڑ کر اس توہین کا حساب نمٹانا ہوگا +

کوکس :- بسر و چشم جناب +

(دونوں انگیٹھی کے قریب جاتے اور اٹھنے زور زور سے گھنٹی بجانی شروع کرتے ہیں۔ کہ گھنٹی کی رسّی ٹوٹ جاتی ہے۔)

دونوں :- مسز بونسر! مسز بونسر!

(مسز بونسر بھاگی ہوئی آتی ہے)

بوکس :- دو پستول لاؤ +

مسز بونسر :- ابھی لائی۔ (چلتی ہے)

کوکس :- ٹھہر! او نامعقول اور کوتاہ اندیش عورت۔ تو بھرے ہوئے پستول گھر میں رکھتی ہے؟

مسز بونسر :- جی نہیں۔ بھرے ہوئے تو نہیں ہیں +

کوکس :- تو کشت و خون کے یہ ہتھیار فوراً لے آ +

(مسز بونسر جاتی ہے)

بوکس :- دیکھو! فلورا سے شادی کرنے پر تمہیں آخر اعتراض کیا ہے؟

کوکس :- اعتراض وہی ہے۔ جو پہلے عرض کر چکا ہوں۔ کہ میری اس کے ساتھ نہیں نبھ سکتی۔ تم اس کے ساتھ نہایت خوش رہ سکو گے +

بوکس :- خوش؟ مَیں؟ یہ جانتے ہوئے کہ مَیں نے تمہیں ایک نعمتِ عظمٰے سے

محروم کر دیا؟۔ نہیں۔ نہیں کوکس یہ کیسے ہو سکتا ہے +

کوکس :۔ بوکس میرا خیال تم نہ کرو۔ میری خوشی کے لیئے یہی بہت ہے۔ کہ میرا بوکس خوش ہے +

بوکس :۔ دیکھئے۔ فضول باتیں نہ کیجئے +

کوکس :۔ تو دیکھئے آپ بھی بیہودہ باتیں نہ کیجئے +

بوکس :۔ مَیں اس سے شادی نہیں کر سکتا +

کوکس :۔ نہ مَیں کر سکتا ہوں +

بوکس :۔ (یکایک خیال آتا ہے) مَیں بتاؤں؟ اگر ہم اس خاتون کے لیئے قرعہ ڈالیں تو؟ کیوں مسٹر کوکس؟

کوکس :۔ مسٹر بوکس۔ خیال تو برا نہیں ہے +

بوکس :۔ یا اگر پانسہ ڈالا جائے تو؟

کوکس :۔ بسر و چشم (اشتیاق سے) شوق سے پانسہ ڈالیئے +

بوکس :۔ (علیحدہ) کام بن گیا۔ بونسر کا بھتیجا کل ایک جوڑی پانسے چھوڑ گیا تھا۔ وہ کبھی کبھی میرے پیچھے پڑ جایا کرتا ہے۔ کہ یوں ہی تھوڑا سا بد کر پانسے پھینکو۔ وہ کم بخت جب پانسے پھینکتا ہے۔ چھکے ہی نکالتا ہے۔ پانسے ضرور اچھے ہوں گے +

کوکس :۔ (علیحدہ) اپنے لیئے پانسہ پھینکنے سے اچھا اور کیا ہے۔ بارنٹ کی پچھلی گھوڑ دوڑ میں۔ میری ٹکر ایک نہایت شریف صورت شخص سے ہو گئی۔ جس سے مَیں پورے ایک پونڈ۔ سترہ شلنگ اور ساڑھے چھ پنس ہار گیا + وہ کم بخت جب پانسے پھینکے۔

چھکا ہی آئے۔ یاروں کو گذرا شبہ۔ کہ یہ پانسے تو بنے ہوئے ہیں۔ چنانچہ نصف کراؤن اور اس کے ہاتھ میں تھمایا۔ اس نے پانسے ہمارے حوالے کر دیئے۔

(پانسے جیب سے نکالتا ہے۔ پانسے کے بکس کی جگہ دیا سلائی کی ڈبیہ جو میز پر رکھی ہے۔ استعمال کرتا ہے)

بوکس :- ہاں صاحب۔ تو تیار ہیں آپ ؟

کوکس :- بالکل تیار جناب +

(دونوں آمنے سامنے میز پر بیٹھ جاتے ہیں) جی تو لیجئے بسم اللہ !

بوکس :- بہت بہتر جناب + جس کا کم آیا۔ فلوراً اُس کی ہو گی +

کوکس :- قطعی +

بوکس :- نہایت خوب جناب +

کوکس :- نہایت خوب جناب +

بوکس :- (پانسوں کو بکس میں ہلا کر پھینکتا ہے) چھکا !

کوکس :- خوب پھینکا جناب ! (پانسوں کو بکس میں ہلا کر پھینکتا ہے) چھکا !

بوکس :- ماشاء اللہ۔ ماشاء اللہ (پھینکتا ہے) چھکا !

کوکس :- (پھینکتا ہے) چھکا !

بوکس :- چھکا !

کوکس :- چھکا !

بوکس :- چھکا !

کوکس :- چھکا !

Taj Tahir Foundation

بوکس :- جناب کے پانسے تو کمال کے معلوم ہوتے ہیں +

گوکس :- جناب کے بھی کچھ کم نہیں ہیں +

بوکس :- اچھا اگر بدل لیں تو؟

گوکس :- اچھی بات ہے + (پانسے بدل لیتے ہیں)

بوکس :- (پھینکتا ہے) چھکا!

گوکس :- چھکا!

بوکس :- چھکا!

گوکس :- چھکا!

بوکس :- (پانسے پھینک کر) یہ کیا واہیات حرکت ہے۔ کہ آپ ہر بار چھکا ہی پھینکتے چلے جا رہے ہیں +

گوکس :- جب تک قسمت یاوری نہ کرے پھینکتے چلے جانے کے سوا چارہ نہیں +

بوکس :- نہیں نہیں یہ ٹھیک نہیں۔ کوئی اور چیز آزمائیں + میں بتاؤں اگر چیت پٹ کھیلیں تو؟۔

گوکس :- بالکل یہی میں کہنے والا تھا +

(دونوں الگ الگ مڑتے اور جیب سے کچھ نقدی نکال لیتے ہیں +)

بوکس :- (علیحدہ نقدی کو دیکھتے ہوئے) اپنا بھاگوان شلنگ کہاں گیا؟ یہ رہا! (ایک عدد سکہ الگ کر لیتا ہے)

گوکس :- (علیحدہ نقدی دیکھتے ہوئے) اپنا بھاگوان شلنگ کہاں گیا؟

بوکس :- اچھا تو صاحب۔ جیت چت کی ہو گی نا؟

Taj Tahir Foundation

کوکس :- یا پٹ کی رکھ لیجئے۔ جو آپ کو بہتر معلوم ہو +

بوکس :- جناب میرے لئے دونوں یکساں ہیں +

کوکس :- تو بہت خُوب جناب۔ یعنی یہ رہا کہ چت آیا تو مَیں جیتا۔ اور پٹ آیا۔ تو آپ ہارے +

بوکس :- جی۔ (یک لخت) نہیں۔ نہیں۔ جیت چت کی +

کوکس :- اچھی بات۔ تو کیجئے شروع +

(دونوں ایک دوسرے کے مقابل کھڑے ہیں)

بوکس :- (سکّہ پھینک کر) چت!

کوکس :- (سکّہ پھینک کر) چت!

بوکس :- (سکّہ پھینک کر) چت!

کوکس :- (سکّہ پھینک کر) چت!

بوکس :- کیوں جناب۔ آپ چت ہی چت پھینک کر کچھ تھک نہیں گئے؟

کوکس :- تو جناب ہی کبھی پٹ پھینک دیتے۔ اور اپنے اس عمل کی یکسانی میں کوئی تنوع پیدا کر دیتے +

بوکس :- (سکّہ پھینک کر) چت!

کوکس :- (سکّہ پھینک کر) چت!

بوکس :- چت؟ ٹھہر جائیے۔ ذرا مجھے یہ دکھائیے گا + (کوکس کا سکّہ لیتا ہے)۔ خُوب! یعنی آپ کے ہاں دونوں طرف چت ہی چت ہے +

کوکس :- (بوکس کا سکّہ چھین لیتا ہے) اور حضور کے ہاں دونوں طرف پٹ ہی

Taj Tahir Foundation

پڑتا ہے ہی نہیں +

بوکس :۔ فریبی!

کوکس :۔ دغا بازہ!

(دونوں چاہتے ہیں۔ کہ ایک دوسرے پر ٹوٹ پڑیں۔ مگر پھر ہٹ کر دُور چلے جاتے ہیں۔ اور وہیں۔ سے لڑنے کی تیاریاں شروع کر دیتے ہیں)

(مسز بونسر داخل ہوتی ہے)

دونوں :۔ دوسری منزل کا پچھلا کمرہ تیار ہو گیا؟

مسز بونسر :۔ ابھی کچھ کسر باقی ہے۔ پستول مجھے نہیں مل سکے۔ پر میں آپ کا یہ خط لائی ہوں۔ کل ڈاک سے آیا تھا۔ معلوم نہیں مجھے دینا کیونکر بھول گیا۔ میں نے بڑے خیال سے اپنی جیب میں رکھا تھا +

کوکس :۔ اور اس وقت سے بڑے خیال سے آپ کی جیب ہی میں رکھا رہا؟

مسز بونسر :۔ جی اُمید ہے آپ مجھے معاف فرما دیں گے (جاتے ہوئے) اور ہاں۔ یہ خط بیرنگ تھا مجھے دو آنے ادا کرنے پڑے تھے +

کوکس :۔ دو آنے؟ تو میں نے تمہیں مُعاف کر دیا +

(مسز بونسر جاتی ہے)

کوکس :۔ (لفافہ دیکھ کر) مارگیٹ! ڈاک خانے کی مُہر پر مارگیٹ صاف پڑھا جاتا ہے۔

بوکس :۔ غالباً فلورا نے اپنی داستانِ فراق لکھ کر بھیجی ہو گی +

کوکس :۔ تو جناب اسے پڑھیئے ۔ (خط بوکس کو دیتا ہے)

بوکس :۔ کیا فرمایا آپ نے؟ میں؟

Taj Tahir Foundation

کوکس :- اور کیا؟ آپ سمجھتے ہیں آپ کی منگیتر کا خط میں پڑھوں گا؟

بوکس :- میری منگیتر؟ اونہہ! خط آپ کے نام ہے۔ دیکھتے نہیں۔ سی۔ او۔ ایکس +

کوکس :- آپ کو یہ سی نظر آتی ہے۔ مجھے تو بی دکھائی دیتی ہے +

بوکس :- واہیات۔ خط کھولیے +

کوکس :- (خط کھولتا ہے) ہٹ تیرے کی بھی!

بوکس :- (اس سے چھین کر) ہٹ تیرے کی بھی!

کوکس :- (پھر خط لے کر "مارگیٹ۔ ۳ مئی۔ جناب میں انتہائی پریشانی کی رواداری میں آپ کو ایک ملال انگیز حادثے کی اطلاع دیتا ہوں۔ جس نے آپ کو آپ کی ہونے والی بیوی سے محروم کر دیا" + (بوکس سے) اس کا مطلب ہے آپ کی ہونے والی بیوی +

بوکس :- میری نہیں آپ کی + پہ اس بحث کا موقع کیا۔ لیکن تھی وہ قطعی آپ کی +

کوکس :- یہ ہو کیونکر سکتا ہے۔ رشتہ کا پیغام پہلے آپ نے دیا تھا +

بوکس :- ہاں، ہاں پر اس کے بعد ۰۰۰ اب پھر یہ قصہ کھڑا نہ کیجئے۔ آگے پڑھیے +

کوکس :- (پھر خط پڑھنا شروع کرتا ہے) بیچاری فلورا کشتی میں ذرا دیر سیر کرنے کو نکلی تھی۔ اتفاق سے اسی وقت ہوا کا ایک سخت جھکڑ آیا۔ جس سے غالباً الٹ گئی۔ اور دو روز بعد جب ملی تو پیندا اوپر تھا +

بوکس :- بیچاری کا پیندا اوپر!

کوکس :- اماں کشتی کا پیندا۔ (پڑھتا ہے) اس کا کاروباری مشیر ہونے کی حیثیت سے میں نے فوراً اس کے تمام کاغذات کا معائنہ کیا۔ جن میں سے بہت جلد

مجھے اس کی وصیّت مِل گئی۔ اس وصیّت کا مندرجہ ذیل اقتباس غالباً آپ کے لئے دلچسپی کا موجب ہوگا۔ "مَیں اپنی اس وصیّت کے ذریعے اپنی تمام جائیداد اپنے ہونے والے شوہر کے نام چھوڑتی ہوں"۔ (یکایک مصنوعی تاسّف سے) کیا عورت تھی۔ اور غریب اس دُنیا سے ناشاد اُٹھ گئی!

بوکس :- (مصنوعی تاسّف سے) کس قدر فیاض پر کیسی بدنصیب!

کوکس :- خیال آ کر کس قدر صدمہ ہوتا ہے۔ کہ مَیں اِس عورت کیلئے چپت پٹ کرتا رہا۔

بوکس :- (سوچ کر) کتنا الم ہوتا ہے۔ کہ مَیں نے اس گنجِ خوبی کیلئے پانسے پھینکے۔

کوکس :- مسٹر بوکس۔ آپ کی ہمدردی کا شکریہ کن لفظوں میں ادا کروں۔

بوکس :- مَیں تو سمجھتا ہوں۔ کہ اگر وہ آپ کی منگیتر ہوتی۔ جب بھی آپ کو صدمہ اس سے زیادہ نہ ہوتا۔

کوکس :- میری اپنی منگیتر ہوتی؟ میری منگیتر تو تھی ہی!

بوکس :- آپ کی منگیتر؟ یہ بھی اچھی رہی۔ جناب نے ابھی ابھی نہایت معقولیت سے جواب دیا تھا۔ کہ اسے شادی کا پیغام پہلے مَیں نے دیا تھا۔

کوکس :- بس کا جواب جناب نے نہایت ہوشمندانہ طور پر یہ دیا تھا۔ کہ آپ بے وقت رحلت فرما گئے تھے۔

بوکس :- مَیں نے یہ ہرگز نہیں کہا۔

کوکس :- آپ نے کہا۔

بوکس :- جائیداد میری ہے۔

کوکس :- میری ہے۔

بوکس :- اسے مَیں لوُں گا۔

کوکس :- مَیں لوُں گا۔ مَیں۔

بوکس :- مَیں آپ پر دعویٰ کروں گا۔

کوکس :- مَیں آپ پر کروں گا۔

بوکس :- ٹھہریئے۔ مجھے ایک خیال آیا۔ جائیداد کیلئے مقدمہ بازی کی بجائے اگر ہم اسے تقسیم کر لیں؟

کوکس :- برابر برابر؟

بوکس :- برابر برابر۔ بس دو تہائی میری۔

کوکس :- نہایت مناسب۔ بس تین چوتھائی میری۔

بوکس :- یوں کام نہ چلے گا۔ آدھوں آدھ۔

کوکس :- منظور۔ لاؤ ہاتھ۔

بوکس :- لاؤ ہاتھ۔

(ہاتھ ملانے ہی والے تھے۔ کہ گلی کے دروازے پر ڈاکیئے کی دستک سُنائی دی۔)

کوکس :- ارے پھر ڈاکیا!

بوکس :- کل بھی ڈاک آج بھی ڈاک!

(مسز بونسر آتی ہے)

مسز بونسر :- مسٹر کوکس ایک خط۔ دو آنے اور۔

کوکس :- مَیں نے تمہیں پھر معاف کر دیا۔ (خط لے لیتا ہے) ایک اور خط مار گیمٹ سے

(خط کھولتا ہے ۔ اور چونک اُٹھتا ہے) ہت تیرے کی تھی!

بوکس :۔ (خط چھینتا ہے اور چونکتا ہے) ہت تیرے کی تھی!

کوکس :۔ (پھر خط چھین لیتا ہے اور پڑھتا ہے) دلی خوشی سے آپ کو اطلاع دیتا ہوں۔ کہ جو اطلاع مَیں نے آپ کو بھیجی تھی وہ غلط تھی +

بوکس :۔ (کوکس کے کندھے پر سے پڑھتا ہے) اچانک جھکڑ۔۔۔۔۔ کشتی اُلٹ گئی ۔۔۔۔۔۔ فلورا آپ کی ہونے والی بیوی ــــــ

کوکس :۔ (پڑھتا ہے) ایک اسٹیم بوٹ نے نکال لیا ــــــ

بوکس :۔ (پڑھتا ہے) بولون لے گئے ــــــ

کوکس :۔ (پڑھتا ہے) آج صبح یہاں پہنچ گئے ہیں ــــــ

بوکس :۔ (پڑھتا ہے) کل صبح کی گاڑی سے روانہ ہو گی ــــــ

کوکس :۔ (پڑھتا ہے) اور ٹھیک دس بجے آپ کے ہاں پہنچ جائے گی ــــــ

(دونوں اپنی اپنی گھڑی نکال لیتے ہیں!)

بوکس :۔ کوکس مبارک!

کوکس :۔ بوکس مبارکباد قبول کرو!

بوکس :۔ مجھے نو آبادی کے دفتر میں ایک بڑا ضروری کام ہے۔ دلی قلق ہے۔ کہ آپ کی اور آپ کی ہونے والی بیوی کی اس نہایت ہی مسرت بخش ملاقات کا نظارہ مَیں نہ کر سکوں گا + گڈ مارننگ! (جانا چاہتا ہے)

کوکس :۔ (اُسے روکتا ہے) چلے جانے کا موقع آپ کا نہیں میرا ہے۔ اِدھر کی دُنیا اُدھر ہو جائے۔ آپ کی اور آپ کی ہونے والی بیوی کی وجد آور ملاقات میں

یہاں ٹھہر کر ہیں ہرگز کھنڈت نہ ڈالوں۔ گڈ مارننگ!

بوکس :۔ معاف کیجئے گا۔ مگر ہمارا آخری فیصلہ یہ تھا کہ وہ منگیتر آپ کی تھی +

کوکس :۔ نہیں آپ کی +

بوکس :۔ آپ کی +

دونوں :۔ آپ کی +

(دس کا گھڑیال بجتا ہے۔ ایک بس کے ٹھہرنے کی آواز)

بوکس :۔ ارے یہ کیا! دروازے پر گاڑی آکر رُک گئی ہے۔ (دوڑ کر کھڑکی کی طرف جاتا ہے) نہیں بس ہے +

کوکس :۔ (بوکس کے کندھے پر سے جھانک کر) ایک عورت نکلی ہے +

بوکس :۔ بھلا اس ڈھلا ڈھیر وجود کے متعلق کسی قسم کا شبہ بھی کیا جاسکتا ہے۔ کہ کون ہے؟ فلورا ہے +

کوکس :۔ تمہاری منگیتر!

بوکس :۔ تمہاری!

کوکس :۔ تمہاری!

(دونوں دوڑ کر بیتابی سے دروازے پر جاتے اور کان لگاتے ہیں)

بوکس :۔ سنو۔ سیڑھیاں چڑھ رہی ہے +

کوکس :۔ دروازہ بند کر دو +

(دونوں دروازہ بند کر کے اس پر پیٹھ کا زور دیکر کھڑے ہو جاتے ہیں)

مسز بونسر :۔ (باہر سے دروازہ کھٹکھٹا کر) مسٹر کوکس! مسٹر کوکس!

Taj Tahir Foundation

کوکس :- (دبی آواز میں) مَیں ابھی ابھی باہر چلا گیا ہوں +

بوکس :- (دبی آواز میں) مَیں بھی !

مسز بونسر :- (باہر سے) مسٹر کوکس ! (دروازہ کو دھکا دیتی ہے۔ کوکس اور بوکس اور زیادہ زور لگا کر اسے بند رکھنے کی کوشش کرتے ہیں) دروازہ کھولیئے اور کوئی نہیں۔ بس مَیں ہوں مسز بونسر +

کوکس :- صرف تم ! اور وہ عورت کہاں گئی ؟

مسز بونسر :- چلی گئی !

کوکس :- تمہیں میری قسم ؟

بوکس :- تمہیں اپنے سَر کی قسم ؟

مسز بونسر :- ہاں ہاں۔ اور یہ خط مسٹر کوکس کے لیئے چھوڑ گئی ہے +

کوکس :- مجھے دو +

مسز بونسر :- تو دروازہ کھولو +

کوکس :- دروازے کے نیچے سے دے دو۔ (خط دروازے کے نیچے سے نمودار ہوتا ہے۔ کوکس اُٹھا کر کھولتا ہے) ہت تیرے کی بھتی +

بوکس :- (خط چھین کر) ہت تیرے کی بھتی !

(کوکس خط چھین کر آگے آگے بھاگ رہا ہے۔ بوکس پیچھے پیچھے)

کوکس :- (پڑھتا ہے) "ڈیئر مسٹر کوکس۔ میری صاف گوئی کو معاف فرمایئے گا +

بوکس :- (کندھے کے اُوپر سے پڑھتا ہے) اس بات کا پورا یقین ہو جانے سے کہ ہماری عمروں کی طرح ہمارے جذبات بھی موافقت نہیں رکھتے ـــــ

کوکس :۔ (پڑھتا ہے) مَیں فی الفور آپ کو مطلع کرنا چاہتی ہوں۔ کہ مَیں نے ابھی ابھی ——

بوکس :۔ (پڑھتا ہے) مسٹر ناکس سے شادی کر لی ہے +

کوکس :۔ ہُرّے!

بوکس :۔ تھری چیرز فار ناکس۔ ہا! ہا! ہا!

(کوکس خط اونچا اُچھال کر پھینک دیتا ہے۔ اور ناچنا شروع کر دیتا ہے)

مسز بونسر :۔ (دروازے سے سر نکال کر) دوسری منزل کا پچھلا چھوٹا کمرہ تیار ہے +

کوکس :۔ مجھے اس کی ضرورت نہیں +

بوکس :۔ نہ مجھے ہے +

کوکس :۔ اب تو ہم جہاں رہتے ہیں وہیں رہیں گے نا؟

بوکس :۔ اَور کیا؟

کوکس :۔ وجہ یہ کہ۔ اپنے تک ہی رکھئے گا۔ یہ کمرہ مجھے کسی قدر مرغوب ہے +

بوکس :۔ علیٰ ہذا۔ مَیں تو جیسے اس کمرے سے مانوس ہو چکا ہوں +

کوکس :۔ ہر چیز ستھری اور آرام دہ ہے +

بوکس :۔ اور جہاں تک مَیں نے دیکھا ہے۔ مجھے یقین ہے۔ کہ مالکہ مکان کو ہماری راحت کا خیال خاص طور پر مدِّنظر ہے +

کوکس :۔ میرا بھی یہی خیال ہے۔ اپنی رائے میں بوکس۔ اسی کے ہاں رہنا مناسب ہے +

Taj Tahir Foundation

بوکس :- منظور۔ ہاتھ لا اُستاد۔

طے ہوا کہ یہ گھر ہم دونوں کے لئے بہت کافی ہے۔ چنانچہ بوکس —

کوکس :- اور کوکس —

بوکس :- دونوں خوش ہیں +

پردہ

Taj Tahir Foundation

صید و صیّاد

ایک رومانوی کھیل

از

ہنری اے ہیرنگ

Taj Tahir Foundation

افراد

نافذ بے	بروسہ کا رہنے والا ایک شاعر
جمال	ایک موجد
زیبا	سلطانہ کی درباریوں میں سے ایک
مقام	قسطنطنیہ
زمانہ	عبدالحمید خامس کا

Taj Tahir Foundation

صید و صیاد

منظر

ایک تکلف سے آراستہ کمرہ۔ بائیں ہاتھ آتش دان میں لکڑیاں جل رہی ہیں۔ دائیں ہاتھ دروازہ۔ دروازے کے ساتھ ہی ایک میز جس پر مشروبات اور بلوری گلاس رکھے ہیں۔ اسٹیج کی پچھلی دیوار پر آرائش کی کوئی چیز نہیں ٹنگی۔ دیوار کا رنگ بھی ہلکا ہے۔ کہ کوئی نشان پڑے تو واضح طور سے نظر آجائے۔ آگ کے سامنے ایک صوفا پڑا ہے۔ کمرے کے درمیان میں ایک آرام کرسی دھری ہے ایک مقابلتہً چھوٹی کرسی دیوار کے ساتھ اور دوسری ایسی ہی کرسی مشروبات کی میز کے سامنے دھری ہے۔ آتشدان کی کارنس پر اور دائیں ہاتھ کی میز پر روشن شمعوں کے شمعدان رکھے ہیں +

(دروازہ کھلتا ہے۔ جمال داخل ہو کر تعظیماً جھکتا ہے۔ نافذ اندر آتا ہے)

جمال :۔ (اطمینان کا سانس لے کر) الحمدللہ کہ بے آفندی آخر کفش خانے پر پہنچ گئے۔ (اور کوٹ اور ٹوپی اُتار کر دائیں ہاتھ کی کرسی پر رکھتا ہے۔ نافذ ٹوپی اُتار کر اچنبھے سے اِدھر اُدھر دیکھتا ہے) نامناسب نہ ہوگا۔ اگر آپ اپنا گلوبند اُتار کر بے تکلف ہو جائیں +

نافذ :- جی نہیں۔ مَیں پہلے یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں۔ کہ آپ مجھے یہاں لائے کیوں ہیں؟

جمال :- بسر و چشم۔ ابھی عرض کیے دیتا ہوں۔ لیکن اس سے پہلے اتنی اجازت عنایت نہ فرمایئے گا۔ کہ مہمان نوازی کا ایک خفیف سا حق ادا کر دوں۔ ایک پیالہ نبیذ کا نوش فرمایئے۔ (اُٹھ کر میز کے قریب جاتا اور گلاس میں نبیذ نکال کر نافذ کو دیتا ہے۔ نافذ شبہ کی نظر سے گلاس کو دیکھتا ہے۔) بسم اللہ۔ شبہ نہ کیجئے۔ اس میں کسی دوا کی آمیزش نہیں ہے۔ یہ دیکھئے مَیں خود پیئے لیتا ہوں۔ (نافذ کے لئے ایک اور گلاس میں نبیذ نکالتا ہے۔ نافذ گلاس لے لیتا ہے۔ ٹوپی اور کلوک اُتار کر صوفے پر رکھ دیتا ہے۔ اور آرام کرسی پر بیٹھ جاتا ہے۔ جمال دیوار کے قریب رکھی ہوئی کرسی اپنے لئے لاتا اور نافذ کے دائیں ہاتھ بیٹھتا ہے) آپ کے دل میں طرح طرح کے وسواس پیدا ہونا بیجا نہیں۔ کیونکہ بہر حال ہم دونوں ایک دوسرے کے لئے قطعی طور پر اجنبی ہیں۔ لیکن بے آفندی ــــ باوجود اجنبیت کے ہم دونوں میں ایک نہایت مضبوط رشتہ موجود ہے بخدا ذرا خیال تو فرمایئے۔ کہ آپ غلطہ کے پُل پر سے سمندر میں چھلانگ مارنے کو تھے۔ کہ مَیں نے آپ کے شانے پر ہاتھ رکھ کر آپ کو روک لیا۔ اور پیچھے ہٹا دیا۔ اگر مَیں اتفاق سے عین وقت پر نہ پہنچ جاتا۔ تو اب تک آپ دوسرے عالم کی سیاحت میں مصروف ہوتے۔ اور آپ کے تجربات کے مقابلے میں کولمبس کے تجربات کی حقیقت (خاکساری اور نیازمندی سے) ہاہاہا!

نافذ :- مَیں یہاں آپ سے کولمبس کے متعلق بحث کرنے کو نہیں آیا۔ آپ نے

حد درجہ ڈھٹائی سے کام لیا۔ کہ عین وقت پر میرے ایک ایسے فعل میں مخل ہوئے۔ جس کی تیاری میں پچھلے چوبیس گھنٹے سے کر رہا تھا۔ آخری قدم اُٹھانے کو کچھ کم حوصلے کی ضرورت نہیں ہوتی ۔ چنانچہ میں جناب کی دخل اندازی کیلئے آپ کا شکر گذار نہیں ہو سکتا۔ آپ نے فرمایا تھا۔ کہ ایک خاتون کو میری امداد کی بہت ضرورت ہے۔ وہ خاتون کہاں ہیں اور کیا چاہتی ہیں ؟

جمال :۔ بے آفندی۔ خاتون ٹھیک پندرہ منٹ میں یہاں آپہنچیں گی۔ مجھے بمشکل اتنی مہلت مل سکے گی۔ کہ صورت حال آپ کو سمجھا سکوں۔ بخدا میں طالع مند ہوں۔ کہ قضا و قدر نے مجھے آپ سے دوچار کر دیا۔ غلطہ کے پل پر آپ نظر نہ پڑ جاتے۔ تو واللہ اعلم میں استنبول میں کہاں کہاں مارا پھرتا۔ آج رات مجھے آپ سے پہلے دو آدمی آپ ہی کی طرح کے ملے تھے۔ لیکن میرے مطلب کے نہ نکلے۔ کم حوصلہ۔ کم ظرف۔ جھگڑالو۔ چنانچہ اس کے سوا چارہ نظر نہ آیا۔ کہ اُن سے اپنی مردم ناشناسی کیلئے معذرت چاہوں۔ اور انہیں اُن کے حال پر چھوڑ دوں۔ اس وقت وہ دونوں دوسرے عالم میں ہوں گے۔ اور غالباً تمنا کر رہے ہوں گے۔ کہ کاش پھر استنبول میں ہوتے لیکن الحمد للہ کہ آپ بالکل میری منشا کے آدمی ہیں۔ یعنی بخدا میں آپ کو دیکھتے ہی آپ پر فدا ہو گیا تھا +

نافذ :۔ (بے قراری سے اُٹھ کر) اس خوشامد کا فقرہ کیجئے۔ اور تفصیل سے اپنا مقصد بیان فرمایئے +

جمال :۔ بے مجھے اپنا مقصد تفصیل سے بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ میری غرض

صرف اس قدر ہے۔ کہ اگر آپ کو خودکشی ہی کی ضرورت لاحق ہو گئی ہے تو آپ اپنا یہ شوق "شیر شکاری" کے کھیل کے ذریعے پورا کیجئے۔ "شیر شکاری" کے کھیل سے تو آپ ناواقف نہ ہوں گے؟

ناقد :- مجھے اس کا کچھ علم نہیں +

جمال :- (آہ بھر کر) افسوس صد افسوس! انسان کی شہرت مطلق قابلِ اعتماد نہیں تو حضرت آپ کم از کم میرے نام سے تو واقف ہوں گے۔ مجھے جمال کہتے ہیں +

ناقد :- کہتے جاؤ۔ میں نے تمہارا نام کبھی نہیں سنا +

جمال :- (مایوسی کے لہجے میں) صد ہزار افسوس۔ صد ہزار افسوس۔ تو سُنئے ۔ جو حضرات اپنی زندگی کا خاتمہ کرنا چاہیں۔ اُن کے لئے میں نے ایک جدید طریق ایجاد کیا ہے ۔ ایک ایسا طریق۔ جس پر انہیں کوئی بھی اس بات کی ملامت نہیں کر سکتا۔ کہ کیسے پامال اور او نئے طور سے خودکشی کی ہے + اس غرض کے لئے میں نے ایک معمولی سا کھیل بنایا ہے۔ جسے کھیل کر کھلاڑی نہ صرف اعلیٰ درجہ کا لطف حاصل کر سکتے ہیں۔ بلکہ اُن میں سے ایک کا انجام قطعی یقینی بھی ہوتا ہے۔ میں نے اس کھیل کا نام "شیر شکاری" رکھا ہے۔ زندگی سے تنگ آتے ہوئے دو شخص قرعہ اندازی سے آپس میں فیصلہ کرتے ہیں۔ کہ ان میں سے کون شیر بنے اور کون شکاری۔ اس کے بعد شیر اپنے گلے میں ایک نقرئی گھنٹی باندھ لیتا ہے۔ اور شکاری ہاتھ میں ایک بھرا ہوا پستول لے لیتا ہے۔ کمرے کے تمام چراغ گُل کر دیئے جاتے ہیں۔ اور صید و صیاد کو تنہائی میں چھوڑ دیا جاتا ہے۔ بے آفندی سمجھ رہے ہیں نا؟

نافذ :- بالکل۔

جمال :- شیر کی دلپسند موسیقی سے اس کی سامعہ نوازی کی جاتی ہے۔ پھر موسیقی بند ہو جاتی ہے۔ شیر کی حرکت سے اس کے گلے میں بندھی ہوئی گھنٹی بجتی ہے۔ شکاری اندھیرے میں فائر کرتا ہے۔ ایک دفعہ اور پھر ایک دفعہ اور۔ چراغ روشن کر دیئے جاتے ہیں۔ شیر زخمی ہو گیا۔ تو یقیناً مر جاتا ہے۔ کیونکہ —— یعنی سب گولیاں زہر آلود ہوتی ہیں۔ اگر وہ بچ جائے۔ تو گھنٹی اُس کے گلے سے اُتار کر شکاری کے گلے میں باندھ دی جاتی ہے۔ اور کھیل پھر سے شروع ہو جاتا ہے + اسی طرح کھیل جاری رہتا ہے۔ حتیٰ کہ —— یعنی اُن میں سے ایک رخصت ہو جاتا ہے + پہلے پہل اس کھیل کا رواج صرف مردوں میں تھا۔ لیکن جب اس کی شہرت بہت ترقی پا گئی۔ تو اس میں شرکت کی درخواست ایک خاتون نے بھی کی +

نافذ :- ہونا ہی تھا۔ ایسا کون سا عدن تصوّر میں آسکتا ہے۔ جہاں حوّا نہ پہنچ جائے +

جمال :- یہ بدعت اس درجہ پسند کی گئی۔ کہ اب جہاں تک ممکن ہو سکے۔ ایک مرد کو ایک عورت کا شریک بنایا جاتا ہے + عام طور پر وہ ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہوتے ہیں —— تو بے آفندی اس کھیل کو بہت پسندیدگی نصیب ہوئی ہے۔ میں نے اس میں ایک، دو جدّتیں بھی پیدا کیں۔ مثلاً ہر نمبر چھویں بار پستول میں ایک خالی کارتوس بھر دیتا ہوں۔ جس کا علم سوائے میرے اَور کسی کو نہیں ہوتا۔ اس سے لطف میں گونہ اضافہ ہو جاتا ہے۔ اب معزز حضرات اور معزز خواتین کو اس بات کی ضرورت نہیں رہی۔ کہ وہ غلطہ کے

Taj Tahir Foundation

پُل سے چھلانگ ماریں۔ اور غرقاب ہونے کی اذیت کو برداشت کریں۔ وہ میری ایجاد کردہ سلیقے کی موت کو اس پر ترجیح دیتے ہیں +

(نافذ اس بیان کو اُکتاہٹ کے ساتھ سُن رہا ہے)

نافذ :- لیکن تمہاری اس ہرزہ سرائی کا مجھ سے کیا تعلق ہے؟ اگر مجھے زندگی کا خاتمہ کرنا ہے۔ تو یہ میرا ذاتی معاملہ ہے۔ تم اس میں دخل دینے والے کون؟ مَیں سمجھتا ہوں۔ تمہیں اس بریع فعل کے لئے کسی فیس کی توقع ہے۔ تو وہ تم کو مجھ سے وصول نہ ہوئی + مَیں واپس پُل پر جا رہا ہوں۔ اور نہیں سمجھتا۔ کہ کسی طرح بھی تمہارا ممنون ہوں +

(اپنی ٹوپی اور کلوک اُٹھانے کو بڑھتا ہے)

جمال :- (جلدی سے۔ اُسے روک کر) استغفراللہ۔ استغفراللہ۔ پانچ منٹ توقف فرمایئے۔ مَیں آپ سے کسی فیس کا طلب گار نہیں۔ سُنیئے آج رات ایک بادشاہ اور ایک خاتون کو یہ کھیل کھیلنا تھا۔ خاتون تو ٹھیک وقت پر پہنچ گئیں۔ مگر بادشاہ تشریف نہ لائے۔ عین وقت پر اُن کا یہ پیغام آگیا۔ کہ اُنہیں چیچک نکل آئی ہے چنانچہ وہ آج رات خاتون متعلقہ کی خدمت سے معذور ہیں۔ اور اپنی معذرت کا اظہار اُن کی خدمت میں پہنچا دینا چاہتے ہیں +

نافذ :- مختصر یہ کہ اُن حضرت کی ہمت جواب دے گئی +

جمال :- میرے خیال میں یہ فرض کرنا زیادتی ہے۔ تاہم میرے ہاں اس قسم کا واقعہ پہلے کبھی پیش نہیں آیا۔ وہ تو خیریت گذری۔ کہ یہ خاتون سلیم الطبع واقع ہوئی تھیں۔ ورنہ اگر کہیں وہ درباریوں میں جا کر یہ بات مشہور کر دیتیں۔ تو

Taj Tahir Foundation

میرے آدھے گاہک ہاتھ سے نکل جانے میں کوئی شبہ ہی نہ تھا۔ مَیں نے مِنّت سماجت کر کے ان خاتون کو تھوڑی دیر انتظار پر رضامند کر لیا ہے۔ وہ وقت گذارنے کے لئے نقاب پہن کر ایک تھیٹر میں چلی گئی ہیں۔ مَیں نے پاشا کا بدل تلاش کرنے کے لئے دو گھنٹے کی مہلت لی ہے چنانچہ میری التماس اب آپ سے اتنی ہے۔ کہ آپ پاشا کی جگہ قبول فرمایئے۔ اور مجھے اور اس خاتون کو شرمندۂ احسان بنایئے۔ ظاہر ہے۔ کہ ان حالات میں مَیں اپنی مقررّہ فیس آپ سے طلب نہیں کر سکتا۔ اگر خدانخواستہ آپ اُس کے نشانے سے بچ گئے۔ تو آپ اس پر احسان کر کے پھر واپس غلطہ کے پُل پر تشریف لے جایئے۔ اور دِلی شوق سے ڈوب مریئے۔

نافذ :۔ (گھبرا کر) تم چاہتے ہو۔ مَیں اس عورت کی جان لوں؟

جمال :۔ نعوذ باللہ۔ نعوذ باللہ! آپ کیسی ناشائستہ زبان استعمال فرماتے ہیں۔ کیا یہ ممکن نہیں کہ آپ خود اس کا نشانہ بن جائیں؟ آپ یہ بتایئے کہ آپ کو دونوں میں سے کون سی بات پسند ہے۔ چشم زدن میں ایک حسین خاتون کے ہاتھوں مر جانا یا سمندر میں پڑے سڑتے رہنا۔ جہاں اس بات کا خطرہ بھی لگا رہے۔ کہ عین وقت پر کوئی خدائی فوجدار آ کر آپ کو بچا نہ لے۔ میرے ہاں آپ کی تسلّی کو کم از کم یہ خیال تو ہوگا۔ کہ آپ کی موت دلپسند صحبت میں ہوئی۔

نافذ :۔ ممکن ہے مَیں جانبر ہونے کو ایک حسین عورت کے قتل پر ترجیح دوں۔ تمہاری یہ ایجاد تمہیں مبارک ہو۔ جس کی بدولت تم نے خدا جانے کتنے انسانوں کو قبل از وقت موت کا شکار بنا ڈالا۔

جمال :- استغفراللہ۔ استغفراللہ! بے آفندی۔ آپ بہت کج نگاہی سے کام لے رہے ہیں۔ آپ کے الفاظ سے مجھے شدید قلق ہوا۔ اور آپ غور تو فرمایئے میں نے کس کو جا کر کہا۔ کہ تم قبل از وقت مر جاؤ۔ میرے پاس تو وہی اصحاب تشریف لاتے ہیں۔ جو مر جانے کا مصمّم ارادہ کر چکے ہوتے ہیں۔ اور نتیجہ یہ نکلتا ہے۔ کہ میرے کھیل کی بدولت ان میں سے نصف موت کا شکار ہوتے ہیں۔ بے آفندی۔ میں تو مصلحِ بنی انسان ہوں۔ میں جانیں لیتا نہیں۔ جانیں بچاتا ہوں ـــــ یعنی آپ یقین فرمایئے۔ کہ اندھیرے میں گولی چلنے کا ڈر۔ ایک مختصر مگر شدید انتظارِ مرگ۔ مجروح نعش کا گھناؤنا نظارہ یہ ایسی ہیبت ناک باتیں ہیں۔ کہ جو لوگ زندہ بچ جاتے ہیں۔ وہ پھر فیصلہ کر لیتے ہیں کہ مرنا ہے۔ تو پھر گھر جا کر طبعی موت مریں گے ـــــ بے آفندی! اگر آپ اس خاتون کے سر پر تھوڑا سا احسان کر دیں۔ اور خوش قسمتی سے یا بد قسمتی سے آپ اس کی گولیوں سے محفوظ رہیں۔ تو مجھے یقین ہے۔ کہ آپ بھی خدا تعالےٰ کا شکریہ ادا کریں گے کہ آپ بچ گئے +

نافذ :- معاف کیجیے جمال آفندی۔ مجھے آپ کی رائے سے اتفاق نہیں + (اُٹھ کر اپنی ٹوپی اور کلوک اُٹھا لیتا ہے) مجھے اس کھیل سے مطلق دلچسپی پیدا نہیں ہوئی۔ اور اگر یہ خاتون اپنی زندگی تمام کرنے پر تلی ہوئی ہیں۔ . .

(دروازہ کھلتا ہے اور خاتون داخل ہوتی ہے۔ فر کا کلوک پہن رکھا ہے۔ وہ ایک بازو پر سے اُٹھا ہوا ہے نیچے سے بیش قیمت لباس۔ چمکتے ہوئے ہیرے اور دودھ سا سفید بازو نظر آ رہا ہے)

خاتون :- (نافذ کا فقرہ ختم کرتی ہے) "تو یقیناً آپ اس کی امداد کریں گے؟

نافذ :- (پلٹ کر اُسے تکتا اور جھک کر تعظیم بجا لاتا ہے) مَیں آپ کی ہر امداد کیلئے دل و جان سے حاضر ہوں +

جمال :- (اطمینان سے ہاتھ مَل کر) مدد کیوں نہ فرماتے خانم۔ یہ صاحب غلطہ کے پُل پہ سے چھلانگ مارنے کو تھے۔ کہ مَیں نے ان سے کہا۔ کہ ایک خاتون آپ کی خدمات دلی خوشی سے قبول فرمائیں گی۔ یہ ایسے جری واقع ہوئے ہیں کہ فوراً میرے ساتھ چل کھڑے ہوئے۔ مجھے مبارک باد دیجئے۔ کہ قائم مقامی کے لئے مَیں نے ایسا شخص مہیا کر لیا۔ تو اب قاعدے کی رُو سے آدھ گھنٹہ آپ کو دیا جاتا ہے۔ اس میں آپ ایک دوسرے سے واقفیت پیدا کر لیجئے۔ یا دُنیا کے لئے کوئی پیغام چھوڑ جانا ہو۔ تو وہ لکھ ڈالیئے +

خاتون :- نہیں مَیں ضرورت سے زیادہ انتظار کر چکی۔ اب اَور انتظار کیا معنی؟ اجنبی آفندی اگر ہم قاعدے کی خلاف ورزی کر کے یہ آدھ گھنٹہ استعمال میں نہ لائیں۔ تو آپ کو اِس میں کوئی اعتراض ہے؟

نافذ :- خانم سچ بات یہ ہے۔ کہ تھوڑی دیر ہوئی۔ مَیں اس دُنیا سے فوراً رخصت ہو جانا چاہتا تھا۔ لیکن کچھ جمال آفندی کی باتوں کا اور کچھ آپ کی ملاقات کا مجھ پر یہ اثر ہوا ہے۔ کہ تعجیل بے نتیجہ معلوم ہوتی ہے۔ اور یہ قاعدہ نہایت معقول نظر آتا ہے۔ چنانچہ مَیں چاہتا ہوں۔ کہ اس کی پابندی کی جائے + قاعدے کے مطابق آپ آدھ گھنٹہ اَور توقف فرمایئے۔ میرے نزدیک مجھے آپ سے یہ درخواست کرنے کا حق بھی ہے۔ کیونکہ میرے اصلی ارادے کو

درہم برہم آپ ہی نے کروایا۔ آپ نہ ہوتیں۔ تو مَیں اس وقت سمندر کی موجوں میں ہوتا۔ یا بہہ کر باسفورس تک یا اس سے بھی آگے پہنچ گیا ہوتا۔

خاتون :۔ توبہ توبہ! بہر حال جیسی آپ کی مرضی بے آفندی۔ لیکن اس وقت مَیں اپنی رفاقت میں کوئی دلپذیری پیدا نہیں کر سکتی۔ (اپنا کلوک اُتار کر صوفے پر پھینک دیتی ہے۔ اور خُود دوسرے سرے پر بیٹھ جاتی ہے)

(جمال پُر تکلف انداز سے جھک کر چلا جاتا ہے)

(نافذ اپنی ٹوپی اور اپنا کلوک اس کُرسی پر رکھ دیتا ہے۔ جس پر جمال بیٹھا تھا۔ آرام کُرسی کا رُخ صوفے کی طرف کر کے اس پر بیٹھ جاتا ہے خاتون کو دزدیدہ نظروں سے دیکھتا ہے۔ چند لمحوں کی خاموشی کے بعد دونوں کی نظریں ملتی ہیں)

بے آفندی! اگر ہمیں اپنی زندگی کے آخری لمحے اکٹھے ہی گذارنے ہیں تو نامناسب نہ ہوگا۔ اگر ہم انہیں ہنس کھیل کے گذار دیں۔ مَیں آج کی رات میں انتظار کی بہت زحمت برداشت کر چکی۔ جی چاہے تو مہربانی سے کوئی دلچسپ بات چیت چھیڑیئے۔ (بے چینی سے پاؤں زمین پر مار رہی ہے)

نافذ :۔ بسر و چشم خانم! کیا بات کروں؟ بُہت خُوب! استعارے میں بات کرتا ہوں۔ جب مَیں ادھر آ رہا تھا۔ تو راستے میں جمال آفندی ستاروں کے متعلق باتیں کرتا رہا تھا۔ ایک طرف کو زہرہ دکھائی دے رہی تھی۔ جمال نے مجھ سے پوچھا تھا۔ "یہ زہرہ یہاں کیسے آگئی؟" اِسی

قسم کا ایک سوال اس وقت میرے دل میں پیدا ہوتا ہے۔" زہرہ یہاں کیسے آگئی؟" کیا دُنیا میں کوئی ایسا دل باقی نہیں رہا جسے توڑا جا سکے؟ کوئی ایسا انسان موجود نہیں۔ جو حسُن کا فریب کھا سکے؟۔ دِلوں کو توڑنے کا مشغلہ اُسی قدر دلچسپ ہے۔ جس قدر یہ کھیل جو ہم کھیلنے والے ہیں۔ اُس کی طرح اِس میں بھی صرف ایک ہی آدمی مجروح ہونا ہے۔ مَیں پھر پوچھوں گا۔ کہ " زہرہ یہاں کیسے آگئی؟"

خاتون :۔ بے آفندی! معلوم ہوتا ہے۔ آپ کو تشبیہوں کا بہت شوق ہے۔ یہ سوال آپ اَور کسی وقت پوچھتے۔ تو مَیں اس کو آپ کی دیدہ دلیری سمجھتی۔ اور خاموشی کے سوا دوسرا جواب دینا گوارا نہ کرتی۔ لیکن اب چونکہ ہم میں سے ایک کو صرف آدھ گھنٹہ اَور زندہ رہنا ہے۔ مَیں سمجھتی ہوں۔ کہ صاف گوئی سے کام لیا جائے۔ تو بہتر ہوگا + تو جناب زہرہ کے یہاں موجود ہونے کی وجہ عطارد ہے جس کی ظاہرا شکل وصورت تو ایک شریف انسان کی تھی۔ لیکن دل دغا سے بھرا ہوا تھا +

نافذ :۔ اس کے اَور حالات سے مجھے آگاہ نہ کیجئے گا؟

خاتون :۔ مَیں اس سے زیادہ کیوں بتلاؤں؟ مَیں راز کے بدلے راز کا اظہار کر سکتی ہوں + گمنام آفندی! آپ بتائیے۔ آپ یہاں کیوں تشریف لائے۔ مُعاف کیجئے۔ مَیں آپ کو کسی آسمانی نام سے نہیں پُکار سکتی +

نافذ :۔ خانم! میرے یہاں آنے کا باعث حسن وخوبی کا ایک درخشندہ ستارہ ہوا۔ جو میرے ساتھ قِران میں آیا۔ اور کچھ عرصہ میرے ساتھ گردش کرتا رہا۔ لیکن

Taj Tahir Foundation

یہ ستارہ آخر میں آپ کے عطارد کی طرح کج رفتار نکلا۔ اب وہ ایک سپاہی کی آغوش میں چمک رہا ہے۔ یہ دُنیا اس کے بغیر تاریک ہے۔ اس لئے میں کسی دوسری دُنیا میں جانے کا خواہش مند ہوں +

خاتون :- بدنصیب شخص! (کسی قدر نفرت سے) تو آپ سے ایسا سلوک پہلے کبھی نہیں ہوا ؟

نافذ :- کبھی نہیں۔ اس لئے میں نے قسم کھائی ہے۔ کہ پھر اس طرح کا واقعہ پیش نہ آئے گا +

خاتون :- آپ کے خیال میں وہ خاتون اس قابل ہے۔ کہ اُس کے لئے جان یُوں قربان کر دی جائے ؟

نافذ :- کیا آپ کا محبُوب اس قابل ہے ؟

خاتون :- ہرگز نہیں۔ قطعاً نہیں۔ آپ یہ نہ سمجھئے۔ کہ میں موت کو دل شکستہ کا مرہم جان کر اس کی طلب گار ہوں۔ یہ خیال آپ کا ہو تو ہو۔ لیکن میں صرف اِس لئے مرنا چاہتی ہوں۔ کہ مبادا دوبارہ بادشاہی کے لوگ میری ہنسی اُڑائیں۔ زِندگی میں پہلے بھی ایک دفعہ مجھ سے یُوں دغا کی گئی تھی۔ میں نہیں چاہتی۔ کہ تیسری دفعہ پھر کوئی ایسا ہی واقعہ ظہور میں آئے۔ مرد جھُوٹے اور بیوفا ہیں +

نافذ :- خانم! ایک آپ کو چھوڑ کر عورتیں بھی کچھ کم نہیں +

(دونوں ملول نظروں سے سامنے تکتے رہتے ہیں۔ گھڑی پاؤ گھنٹے کا گجر بجاتی ہے۔ نافذ خاتون کو دیکھتا ہے۔ پھر سامنے دیکھنے لگتا ہے۔ پھر خاتون کو دیکھتا ہے)

نافذ :- خانم! زِندگی کی چند گھڑیاں باقی ہیں۔ آپ میری اتنی بات مان لیجئے۔ کہ

Taj Tahir Foundation

اپنا نقاب اُتار کر مجھے اپنا چہرہ دِکھا دیجئے +

خاتون :- (اُس کی طرف مُڑ کر) کیوں ؟

ناقد :- میری آرزو ہے۔ کہ مَیں اس خاتون کی شکل دیکھ لوں۔ جو ابھی مجھے دوسری دنیا میں بھیجدے گی۔ یا مجھ سے چند منٹ پہلے وہاں جا پہنچے گی +

خاتون :- فضول تمنا ہے۔ آپ کو چاہیئے۔ کہ اس وقت آپ اپنے دل کو اعلیٰ وارفع خیالات میں مصروف رکھیں +

ناقد :- ہم ایک طویل سفر کی تیاری کر رہے ہیں۔ اور اگر مَیں اپنے ہم سفر کی شکل دیکھنا چاہوں۔ تو یہ کون سی تعجب کی بات ہے۔ مُعاف فرمائیں۔ آپ کو میرا شرمندۂ احسان ہونا چاہیئے + آپ نہ ہوتیں۔ تو میری تکلیف کا اب تک خاتمہ ہو گیا ہوتا۔ اور پھر آپ کی گولی کا نشانہ بننا یا آپ کو نشانہ بنانا۔ کوئی معمولی بات نہیں ہے مجھے اپنی شکل دکھا دیجئے +

خاتون :- (پل بھر کے تامل کے بعد) فی الحقیقت مَیں بقول آپ کے آپ کی احسانمند ہوں۔ اِس لیئے آپ کا حکم ماننے کے سوا چارہ نہیں۔ مَیں اپنا نقاب اُتار دیتی ہوں۔ (نقاب اُتار ڈالتی ہے۔ ناقد اس کے حُسن سے مسحور ہو کر غور سے اُسے تکتا ہے) کیا آپ کو میرے چہرے میں کوئی ایسی قباحت نظر آتی ہے۔ جس کی وجہ سے دو مرد مجھ سے یوں مُنہ پھیر لیں ؟

ناقد :- بخُدا نہیں۔ بلکہ جو کچھ میری آنکھوں کو نظر آ رہا ہے۔ اس سے تو ایک تیسرا شخص بھی مسحور ہو سکتا ہے۔ اگر ان دونوں نے آپ سے بیوفائی کی تو اس کی وجہ مجھے اس دلفریب شکل میں کہیں دکھائی نہیں دیتی۔ کیا انہوں نے

کوئی اَور وجہ نہیں بتائی؟

خاتون :۔ ایک بے وفا کو میرا افلاس ناگوار تھا۔ جب میرے والد کے ساتھ میرا تمول بھی رخصت ہو گیا۔ اور ناداری نے مجھے آن گھیرا۔ تو میرا چھبیلا ایک دن مجھ سے ملنے آیا۔ عشق و محبت کی داستان رُک رُک کے اور تھم تھم کے مجھ سے کہتا رہا۔ آواز میں عجز تھا۔ انداز میں انکسار تھا۔ ساتھ ہی یہ بھی کہہ گیا۔ کہ مَیں محض اپنی آمدنی پہ گھر بار کے اخراجات کا کفیل نہیں ہو سکتا۔ شادی کیسے ہو سکتی ہے؟ ۔۔۔ حضرت میرے جہیز کی ہوس میں مُنہ کھولے بیٹھے تھے دُور اندیش واقع ہوئے تھے نا؟

نافذ :۔ ایسی شکل کا دیکھنا اور دُور اندیش رہنا! اور آپ کے عشق کا دوسرا شعلہ۔ آپ کا عطارد۔ وہ بھی دُور اندیش تھا؟

خاتون :۔ نہیں اب تو مَیں دولتمند ہوں۔ چچا کے مَر جانے کے بعد مجھے بہت کچھ ورثے میں ملا۔ میرے سورما کا دل اور شمشیر چھ مہینے تک میری قدم بوسی کرتے رہے۔ لیکن آہ مَیں کیا کہوں۔ جواں مرد سپاہی ایسے نہیں ہوا کرتے یکایک انہوں نے حسُن کا معیار بدل لیا۔ ذرا آپ کا عذر ملاحظہ فرمایئے۔ میری دردمندی کا بھی خیال کیجیئے۔ مجھ کو آپ لکھتے ہیں "رنگ کے بارے میں میرے خیالات کچھ بدل گئے ہیں" اب تک وہ اندھا تھا۔ ایک نئی نویلی نے اُسے بصارت بخشی۔ اب اسے نیلی آنکھوں کی بجائے سیاہ آنکھیں اچھی لگتی ہیں

نافذ :۔ یہ کس طرح ممکن ہو سکتا ہے۔ لیکن نہیں خاتم ہو سکتا ہے۔ اس سے پیشتر مجھے بھی سیاہ رنگ دُنیا کے تمام رنگوں سے پیارا معلوم ہوتا تھا۔ پر تھوڑی

دیر ہوئی۔ مَیں نے اپنا مذہب بدل ڈالا۔ اب مَیں نیلے رنگ کی قسم کھایا کروں گا۔

خاتون : ۔بے آفندی۔ آپ اسی کالے رنگ کا ذِکر کر رہے ہیں۔ جس کی خاطر آپ ایک گھنٹہ پہلے جان دینے کو تیاّر تھے؟

نافذ : ۔خانم ۔مَیں شاعر ہوں۔ جس بے رحم عورت کی خاطر جان دینے والا تھا۔ اُس کی صُورت میں مجھے تمام محاسن۔ سب کی سب خُوبیاں نظر آتی تھیں۔ مَیں نے اُس کی تعریف میں قصیدے لکھ لکھ کر گائے تھے۔ مَیں گاؤں کا رہنے والا ہوں۔ مجھے شہر سے نفرت تھی۔ اب مجھے اپنی حماقت کا احساس ہو رہا ہے۔ مَیں اسے تمام عورتوں سے بڑھ کر حسین جانتا تھا۔ اس لئے کہ مَیں نے ابھی آپ کو دیکھا نہ تھا۔

خاتون : ۔ (نفرت سے) شاعر صاحب۔ ماشاء اللہ آپ بھی اور مردوں کی طرح متلوّن مزاج واقع ہوئے ہیں۔ آپ کالے رنگ کی پرستش کرتے ہیں۔ اس کے لئے جان دینے کو تیاّر ہوتے ہیں۔ اور بمشکل ایک گھنٹہ گذرنے پاتا ہے۔ کہ آپ کو نیلا رنگ فریفتہ کر لیتا ہے۔ شاید آپ نیلے رنگ کے لئے بھی جان دینے کو تیاّر ہو جائیں!

نافذ : ۔مَیں نیلے رنگ کے لئے زندہ رہنا چاہتا ہوں۔ یہ نیلی آنکھیں مجھے التفات کی نظر سے دیکھیں۔ تو یہی زندگی جنّت ہو سکتی ہے۔

خاتون : ۔ (طنزاً ہنس کر) بے آفندی آپ یقین جانیئے۔ کہ نیلا رنگ کبھی مہربان نہیں ہو سکتا۔ آپ شاعر لوگ سمندر کو نیلا کہتے ہیں۔ لیکن اس کی لہریں غرق و فنا کر سکتی ہیں۔ آسمان نیلگوں ہے۔ لیکن اس کی بجلیاں تاراج کر سکتی ہیں۔ اور

مَیں آپ کو دِکھا دوں گی کہ نیلی آنکھیں پستول کا نشانہ بھی لگا سکتی ہیں +

نافذ :- (آہستہ سے) آپ کو شاید یاد نہیں۔ کہ پستول اندھیرے میں چلانا ہوگا +

خاتون :- (جوش سے) مَیں بہت ہی خوش ہوں۔ کہ آپ تشریف لے آئے۔ آپ کو مار ڈالنے سے مجھے دِلی مسرّت حاصل ہو سکے گی +

نافذ :- اب میری سمجھ میں آیا۔ کہ دُور اندیش صاحب نے اور عطارد نے کیوں آپ سے بے اعتنائی کی، خانم یہ برہم مزاجی نیلی آنکھوں پر زیب نہیں دیتی۔ آپ بہت بے رحم ہیں۔ لیکن آپ کے عطارد کا دل معلوم ہوتا ہے۔ شعریت سے بالکل مبرا تھا۔ آپ کا عتاب میں بگڑنا آپ میں جو حُسن پیدا کر دیتا ہے۔ وہ اُسے دیکھ نہ سکا۔ ان نیلی آنکھوں میں جب غصہ چمک اُٹھتا ہے۔ تو ایسا معلوم ہوتا ہے۔ گویا آسمان کی نیلگوں گہرائیوں کے ایک تلاطم میں کہیں سورج نظر آرہا ہے پھر اُس پہ بادل گھر کر آجاتے ہیں۔ پھر کس ناز سے بجلیاں چمکتی ہیں۔ پھر شاید چند بوندیں بھی ٹپک پڑتی ہیں۔ اور پھر سورج اپنا رُخ تاباں بے نقاب کر دیتا ہے۔ جس نے اس رُوح افزا نظارے کی طرف سے آنکھیں بند کریں۔ وہ حُسن کی قدر کس طرح کر سکتا ہے؟۔ لیکن خانم۔ اگر آج رات مَیں زندہ بچ جاؤں۔ تو ذکر اُس پری وش کا۔ اور پھر بیاں اپنا۔ جو آپ کے ساتھ بے وفائی کر گئے ہیں۔ کفِ افسوس ملیں۔ آپ کو فردوس کی پُر فضا گلگشتوں میں یہ حسرت ہو۔ کہ اے کاش مَیں اس بیچارے شاعر کی پرستش کو قبول کر لیتی اور زندہ رہتی۔ اور اس وقت شہرہ آفاق ہوتی +

خاتون :- سبحان اللہ۔ کیا فصاحت ہے۔ لیکن شاعر احمق ہوتے ہیں۔ کیوں صاحب

Taj Tahir Foundation

کوئی ناشر آپ کی نظموں کو چھاپنا گوارا بھی کرتا ہے؟

نافذ :- (فخر و غرور سے) خانم۔ میرا نام نافذ بے ہے +

خاتون :- کون نافذ؟ بروسہ کا رہنے والا؟

نافذ :- (نمایاں تشفی سے) مَیں وہی ہوں۔ آپ کو میری نظموں میں سے کون سی نظم پسند ہے۔ حسنِ شیریں۔ عشقِ لیلےٰ؟

خاتون :- نظمیں؟ مَیں نے کبھی نظمیں نہیں پڑھیں۔ شاعر نافذ کا نام مَیں نے آج سے پیشتر کبھی نہیں سُنا۔ کیا آپ کی محبوبہ اس کالی آنکھوں والی کا نام بہجت ہے؟

نافذ :- ہاں بہجت! مگر آپ اسے کیونکر جانتی ہیں؟

خاتون :- میرا کپتان۔ میرا سورما۔ میرا عطارد۔ بروسہ میں اسے اپنا دل دے چکا ہے۔ مجھے اس نے خط میں لکھا تھا۔ کہ وہ پہلے نافذ نامی ایک مجنون شاعر کی دلدادہ تھی۔ اب وہ ایک جنگجو بہادر سپاہی کو ترجیح دیتی ہے۔ میرا عطارد مشہور خطوط باز ہے۔ خط بہت مفصّل لکھا کرتا ہے؛

نافذ :- (غصّے سے بے تاب ہو کر کمرے میں ٹہلنے لگتا ہے) سو خانم۔ آپ ہیں جنہوں نے نہایت بے دردی کے ساتھ میری خوشی۔ میری راحت۔ میری آسودگی مجھ سے چھنوا دی؟ اگر آپ اپنے اس سورما کو اپنے پاس سنبھال کر رکھتیں۔ تو میں اپنی زندگی مسرّت اور اطمینان سے گذارتا۔ مَیں شہر میں ایک عزیز کا وارث قرار پانے کیلئے آیا تھا۔ مجھے کیا معلوم۔ کہ میری عدم موجودگی میں میری دولت کو ایک لٹیرا یوں لوٹ لے جائے گا۔۔۔۔

(ٹہل کر کمرے کی ایک دیوار سے دوسری دیوار تک جاتا ہے۔ پھر

Taj Tahir Foundation

پلٹ کر۔ کچھ دیر خاموشی میں خاتون کا چہرہ تکتا رہتا ہے۔ گفتگو کی گرمی سے اُس کے رُخسار تمتما اُٹھے ہیں۔ اور آنکھوں میں چمک آگئی ہے یکایک ایک نیا خیال آتا ہے۔ وہ آہستہ آہستہ خاتون کی طرف یُوں بڑھتا ہے۔ کہ ایک پل کو بھی اپنی نظریں اُس کے چہرے سے نہیں ہٹاتا)

خانم۔ آپ بے حد خوبصُورت ہیں!

خاتون :۔ بے آفندی کی بے حد نوازش +

نافذ :۔ اتنی خُوبصُورت کہ میرا دل مجھے یہ سوال کرنے پر مجبور کر رہا ہے۔ کہ خانم کیا یہ نہیں ہوسکتا۔ کہ آپ اپنے سورما کو بھُلا دیں۔ اور مَیں اپنی بے وفا محبُوبہ کو بھُول جاؤں۔ اور ——

خاتون :۔ اور کیا؟

نافذ :۔ اور ہم ایک دوسرے کے ہوجائیں +

خاتون :۔ (قہقہہ لگاتی اور دیر تک ہنستی رہتی ہے۔ نافذ اپنی اس توہین پہ پیچھے ہٹتا ہے) شاعر آفندی۔ مجھ سے آپ کے عشق کی پائیداری کو تو نہیں سراہا جا سکتا۔ البتہ مَیں آپ کی جدّتِ طبع کی داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتی۔ لیکن مجھے افسوس ہے مَیں آپ کی اس دانش مندانہ تجویز کو قبول نہیں کر سکتی + مَیں نے سچّے عشق کی پہچان الفاظ سے کرنی چھوڑ دی ہے۔ جو مجھ سے شادی کرنا چاہے۔ اُسے کچھ کر کے بتانا پڑے گا۔ مَیں اپنا دل کسی ایسے مرد کو نہیں دے سکتی۔ جو آج تو نیلی آنکھوں پہ مرتا ہے۔ اور پھر قوسِ قزح کے ساتوں رنگ باری باری اسے اپنی طرف مائل کر لیتے ہیں + مجھ سے ایسی حماقت نہیں ہو سکتی۔ اور چونکہ ایسے

شخص کا ملنا ناممکن ہے ــــ اِس لئے ــــ"

جمال :- (دروازہ کھول کر داخل ہوتا ہے) خانم اور بے آفندی وقت ہو گیا ہے +

خاتون :- شکر ہے۔ میری مشکل ہوئی آسان بڑی مشکل سے۔ جمال تمہیں جو کچھ کرنا ہے جلدی کرو۔ بے آفندی تو ایسے خشک گفتار ہیں۔ جیسے کوئی واعظ ہوں۔ آپ شاعر ہیں۔ مجھے شاعروں سے سخت نفرت ہے۔ مَیں شاعر کو گولی سے بھی مار سکتی ہوں +

جمال :- (ایک تھیلی بڑھا کر) اس تھیلی میں کپڑے کی بہت چھوٹی چھوٹی کترنیں ہیں۔ آپ دونوں ایک ایک کترن نکال لیجئے۔ جس کے حصّے میں چھوٹی کترن آئے گی۔ اُسے شیر بننا پڑے گا +

(خاتون اور نافذ تھیلی میں سے کترنیں نکالتے ہیں۔ دونوں اپنی اپنی کترنوں کو برابر برابر رکھتے ہیں)

خاتون :- مَیں شکاری ہوں +

نافذ :- اور مَیں شیر ہوں۔ خانم گولی بالکل سیدھی چلائیے گا۔ کہ یہ جھگڑا جلد پاک ہو جائے +

جمال :- یہ دیکھئے یہ گھنٹی ہے۔ (گھنٹی نافذ کو دیتا ہے) اسے اپنے گلے میں لٹکا لیجئے۔ اور ہلا کے دیکھئے۔ ٹھیک بجتی ہے یا نہیں + اور خانم یہ ہے پستول۔ (پستول دیتا ہے) اس میں کسی طرح کا نقص نہیں۔ بڑی آسانی سے چلتا ہے بے آفندی۔ آپ اس دیوار کے سامنے رہیئے۔ (پچھلی دیوار کی طرف اشارہ کرتا ہے) جس وقت موسیقی بند ہو جائے۔ تو آپ دو تین قدم چلئے۔ اور گھنٹی کو

بجنے دیجئے۔ اور خانم جوں ہی آپ گھنٹی کی آواز سنیں۔ پستول فوراً چلادیں۔ لیجئے خدا حافظ ہے۔ میں آپ کا ممنون ہوں۔ اور دست بدعا کہ آپ کا سفر جلد طے ہو جائے۔ اور آپ کی منزل خوشگوار اور دل پسند ہو۔ بے آفندی آپ کو موسیقی کس طرح کی چاہیئے؟

نافذ :۔ کوئی دردناک سا نغمہ بجاؤ۔ جس میں امیدوں کا خاک میں مل جانا ہو۔ جس میں نیلی آنکھوں کی سفاکی ہو۔ جس میں ایک درد بھرے دل کا نالہ ہو۔ ایک بے رحم شکاری کے شکار کی آہ و زاری ہو۔ خانم لیجئے۔ آپ کو جو انتقام مردوں کی جنس سے لینا ہے۔ وہ مجھ اکیلے کی ذات سے لے لیجئے۔

(جمال آتش دان کی شمعیں بجھا دیتا ہے۔ ایک ایسا پردہ آگ کے سامنے گراتا ہے۔ جو روشنی کی ایک شعاع کو بھی باہر نہیں نکلنے دیتا۔ پھر میز کا شمعدان اٹھا کر باہر چلا جاتا ہے)

(جمال کے دروازہ بند کر چکنے کے بعد کمرے میں کاجل سا اندھیرا ہے ساتھ کے کمرے سے بربط و رباب کی دردناک موسیقی فضا میں ایک بے تابی پیدا کر دیتی ہے۔ ایک منٹ کے بعد موسیقی بند ہو جاتی ہے۔ خاموشی میں گھنٹی کی نقرئی۔ آواز سنائی دیتی ہے۔ پستول کی ایک گولی چلتی ہے۔ دوبارہ گھنٹی بجتی ہے۔ ایک اور گولی چلتی ہے۔ دروازہ کھلتا ہے۔ اور جمال مع روشنی کے آتا ہے۔ خاتون پستول ہاتھ میں لئے جس کی نالی سے دھواں نکل رہا ہے کھڑی ہے۔ نافذ سلامت ہے!)

جمال :۔ ہیں! پستول میں سے دھواں نکل رہا ہے۔ اور بے آفندی ویسے کے

ویسے ہی کھڑے ہیں۔ (چھت کے قریب دو گولیوں کے نشان ہیں۔ انہیں دکھا کر) خانم۔ آپ کا نشانہ بہت ہی غلط تھا۔ بے آفندی۔ اب آپ گھنٹی خانم کو دیدیجئے۔ اور میں ابھی پستول آپ کو بھرے دیتا ہوں +

(دیوار کے قریب کی میز کے پاس جاتا اور پستول بھرتا ہے)

نافذ :- خانم آپ نے پستول بہت اونچا چلا دیا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے آپ نے جان بوجھ کے ایسا کیا ہے۔ میرے دل میں اتنا رحم نہیں۔ میری ایک نہ ایک گولی ضرور مہلک، ہو گی +

خاتون :- شاعر آفندی یہی تو میری تمنا ہے۔ دن بھر اسی کی آرزو کرتی رہی ہوں۔ بلکہ شاید یہ کہنا زیادہ صحیح ہو کہ کل شام سے +

جمال :- (پستول نافذ کو دے کر) بے آفندی آپ شصت نیچی باندھیئے گا۔ (مڑ کر) خانم آپ کو کس طرح کی موسیقی چاہیئے؟

خاتون :- کوئی بے پرواہ سی چیز بجا دو۔ دردناک سُر مجھے نہیں بھاتے +

جمال :- (جھک کر) خدا حافظ خانم! (مع روشنی کے جاتا اور دروازہ بند کرتا ہے)

(کمرے میں پھر کاجل سی تاریکی چھا جاتی ہے۔ ساتھ کے کمرے سے ایک ہنستا کھیلتا ہوا نغمہ سنائی دیتا اور بند ہو جاتا ہے۔ گھنٹی کی نقرئی آواز آتی اور پھر گولی چلتی ہے)

خاتون :- شاعر آفندی پستول ذرا نیچے کر کے چلایئے۔

نافذ :- نیلی چشم نازنین! خدا حافظ!

خاتون :- (استہزا کی آواز میں) بے وفا شاعر! خدا حافظ! (پھر گھنٹی بجتی ہے۔ ایک فائر

ہوتا ہے۔ ایک چیخ سنائی دیتی ہے۔ کوئی زمین پر گر پڑتا ہے۔ جمال مع روشنی کے آتا ہے۔ خاتون صحیح سلامت کھڑی ہے۔ نافذ زمین پر پڑا ہے۔ ہاتھ میں پستول ہے۔ اس نے اپنے آپ کو مار لیا۔ خاتون چیخ مار کر جلدی سے بڑھتی اور نافذ کے قریب دوزانو ہو جاتی ہے) میرے شاعر! میرے پیارے شاعر! تُو نے اپنے آپ کو کیوں مار ڈالا؟۔ ہائے کس انداز سے تُو نے خدا حافظ کہا تھا اور مَیں تیری ہنسی اُڑاتی رہی! میرے خوبصورت شاعر تو کیوں مر گیا؟

جمال :۔ (حیرت کے عالم میں دیوار کو دیکھتے ہوئے) لیکن یہ مر کیسے سکتا ہے۔ اس مرتبہ پستول میں دوسرا کارتوس تو خالی کارتوس تھا!

خاتون :۔ کیا کہا تم نے؟ خالی کارتوس تھا!

جمال :۔ میرا خیال ہے۔ مَیں نے آپ سے ذکر بھی کیا تھا۔ کہ مَیں تیرھواں کارتوس خالی بھر دیا کرتا ہوں۔ پہلا کارتوس جو چلایا گیا۔ اس کا نشان دیوار پر موجود ہے۔ دوسرا کارتوس خالی تھا۔ ان کو یہ معلوم نہ تھا۔ کہ یہ کارتوس خالی ہے۔ یہ مر کیسے سکتے ہیں۔ صرف بے ہوش ہو گئے ہیں۔ وہ بھی نہیں۔ دیکھئے۔ ان کی آنکھیں کھُل رہی ہیں۔

نافذ :۔ (آنکھیں کھولتا ہے اور خاتون کو اپنے اُوپر جھکا ہوا دیکھ کر اس کے ہاتھ تھام لیتا ہے) تو گویا مَیں جنت میں پہنچ گیا ہوں۔ تم بھی یہاں ہو؟ یا رب — یہ مَیں کیا دیکھ رہا ہوں؟

خاتون :۔ (اپنا ہاتھ آہستہ سے کھینچتی اور پہلی بار شفیق آواز میں بات کرتی ہے) نہیں میرے آفندی۔ ہم ابھی استنبول میں ہیں۔

Taj Tahir Foundation

نافذ :- (بیٹھ کر) استنبول میں؟ کیا کہا تم نے استنبول میں؟ کیا لغو بات ہے۔ میری سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔ مَیں نے اپنے دل پر پستول چلایا تھا۔ یہ دیکھو بارُود کا نِشان اس بات کا شاہد ہے +

جمال :- وہ خالی کارتوس تھا۔ تیرھویں فیر کا نشانہ +

نافذ :- خالی کارتوس؟ جمال آفندی۔ آج کی رات آپ نے دو بار مجھے اپنا اِرادہ پُورا نہیں کرنے دِیا۔ مَیں اس کے لئے آپ کا شکریہ ادا نہیں کر سکتا +

جمال :- محسنوں کے احسان کو اکثر لوگ یونہی نظر انداز کر دِیا کرتے ہیں۔ خانم اب آپ کے شکاری بننے کی باری ہے +

خاتون :- اب مجھ سے نہیں ہو سکتا۔ مَیں تنگ آگئی ہوں۔ برائے مہربانی مجھے ایک گاڑی منگوا دیجئے۔ مجھے ابھی کوشک پہنچنا ہے +

جمال :- خانم! یہ نہیں ہو سکتا۔ ابھی تو کھیل شروع ہی ہوا ہے۔ ذرا سی نبیذ پیجئے۔ ایک دو ہی گھونٹ سے آپ کا خُون ابھی پھر گرم ہو جائے گا۔ یہ پی لیجئے۔ (مشروبات کی میز کے قریب جاتا ہے)

خاتون :- آپ مجھے فوراً گاڑی منگوا دیجئے۔ آپ سُنتے ہیں؟ (پاؤں زمین پر مار کر) گاڑی! گاڑی!!

جمال :- آپ کی خُوشی۔ (جمال شانے سکوڑتا ہُوا کمرے سے باہر جاتا ہے۔ نافذ اُٹھ کھڑا ہوتا ہے)

خاتون :- بے آفندی ایک بات مجھے بتا دیجئے۔ آپ نے مجھ پر گولی کیوں نہ چلائی؟

نافذ :- تم میرے عشق کی سچائی کا ثبوت مانگتی تھیں۔ مَیں یہی کر سکتا تھا۔ کہ

Taj Tahir Foundation

تمہارے لئے جان دیدول۔ افسوس وہ بھی نہ ہو سکا +

خاتون :۔ (اُس کی طرف بڑھ کر) یہ آپ کیا جانیں۔ (ذرا دیر خاموشی پھر یکایک) میرا نام زیبا ہے۔ مَیں سلطانہ کی درباریوں میں سے ہوں۔ کیا آپ اتنی تکلیف گوارا کر سکتے ہیں۔ کہ کل دوپہر کے بعد پائیں کونشک میں آکر مجھ سے ملیں مَیں آپ کے شعر آپ کے مُنہ سے سُنوں گی۔ اور پھر ــــــ

نافذ :۔ (اشتیاق بھری نظریں چار کر کے) اور پھر کیا؟

خاتون :۔ اور پھر میرے شاعر ہم ستاروں کی باتیں کریں گے +

نافذ :۔ ان دو نیلے ستاروں کی جو اس وقت مجھ پر چمک رہے ہیں؟

خاتون :۔ (اپنا ہاتھ نافذ کے ہاتھ میں دے کر) یوں ہی سہی +

(پردہ)

Taj Tahir Foundation

Taj Tahir Foundation

Taj Tahir Foundation

Taj Tahir Foundation

Taj Tahir Foundation

Taj Tahir Foundation

BRARY
Taj Tahir Foundation